مضامینِ پیر جی

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی سید عبدالمتین محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۱۳۶/سی، کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان، فون نمبر: 0333-8182910

نام کتاب .... مضامین پیرجی

جمع وترتیب .... پیرجی سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ .... ماہیر گرافکس 0333-8276791

ٹائٹل .... حافظ محمد مجاہد

صفحات 144

تاریخ طبع اول .... مئی 2018ء

قیمت ....

پریس ....

ملنے کے پتے

1......پیرجی عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 گوجرانوالہ

2......مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

3......مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ عقب شیرانوالہ باغ

4......مکتبہ اہل سنت والجماعت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی سرگودھا

فہرست مضامین

پیر جی پر دو حدیثیں گھڑنے کا الزام

اور اس کا جواب

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی سید عبدالمتین محلہ گوبندگڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/۶ سی کالج روڈ

گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر: 0333-8182910

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم قارئین کرام! ہم نے اس کتاب سے پہلے بھی کئی کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

① امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات ② فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ③ حقائق الفقہ بجواب حقیقت الفقہ ④ آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی ۲ حصے ⑤ فتاوی عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات ⑥ بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات ⑦ ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ۔ رسائل پیر جی وغیرہ۔

یہ تمام کتابیں عوام اور خواص نے بہت پسند فرمائیں۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے چھ مضامین پر مشتمل ہے یہ مضامین آج سے تقریباً بیس یا پچیس سال قبل کے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی اشاعت کا وقت اب آیا ہے۔ شائع اس لیے نہیں ہوئے تھے کہ میرا خیال تھا کہ ان میں اضافہ کروں اور اچھی طرح سیٹ کروں۔ مگر موقعہ ہی نہ مل سکا۔ اب صحت بہت خراب رہنے لگی ہے اس لیے میں نے اسی طرح ان کو شائع کرنا مناسب سمجھا۔ امید ہے کہ اس حالت میں بھی ان سے لوگوں کو فائدہ ضرور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کی صحیح معنی میں اتباع نصیب فرمائے آمین۔ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں اطلاع فرمائیں۔ ان شاء اللہ درست کر دی جائے گی۔ ہم قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات نہیں مانتے۔ والسلام

سید مشتاق علی

پیر جی سید مشتاق علی پر دو حدیثیں گھڑنے کا الزام اور اس کا جواب

پہلا الزام:

مولانا محمد داؤد ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

گوجرانوالہ میں ایک دیوبندی مناظر اعظم پیر مشتاق علی ہے۔ جو آئے دن اہلِ حدیث کے خلاف کوئی نہ کوئی کتابچہ تحریر کرتا رہتا ہے۔ یہ نالائق بھی وضع احادیث سے متہم ہے۔ راقم نے ضمیمہ (سبیل الرسول ص ۳۲۲، ۲۴۸) میں اس کی وضع کردہ دو (۲) روایات کی نشان دہی کر دی ہے۔ (حدیث اور اہل تقلید جلد اول ص ۳۱ سطر ۲۵_۲۴_۲۳)

جواب:

داؤد ارشد کو چاہیے تو یہ تھا کہ اعتراض جب اپنی اس کتاب میں کر رہے ہیں تو ثبوت بھی اسی کتاب میں نقل کرتے۔ تاکہ ناظرین کو تحقیق کرنے کے لیے الگ سے نئی کتاب نہ خریدنی پڑتی۔ لگتا ہے داؤد ارشد نے اپنی کتاب فروخت کرنے کے لیے ایسے کیا ہے' بہر حال ہم نے حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب جس پر تحقیق وافادات داؤد ارشد کے ہیں۔ ناشر اس کا نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان) ہے۔ بازار سے خریدی جب قابلِ اعتراض بات کو چیک کیا تو جھوٹ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ غیر مقلد ایسا کیوں کرتے ہیں خاص کر داؤد ارشد تو اس مشن میں آگے آگے ہیں۔ دھوکہ دینا، قطعہ برید کرنا، جھوٹ بولنا، قلمی کتابوں میں تحریف کرنا ان کا شغل ہے۔ یہاں پر بھی انہوں نے یہی کام کیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کے خلاف ایک کتاب سبیل الرسول کے نام سے لکھی۔ اس میں فقہ حنفی کے اکیس (۲۱) مسائل کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جس میں سے ایک مسئلہ (مرد و عورت کی نماز کا امتیاز) تھا۔ مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مختصر جواب "سبیل الرسول پر ایک نظر"

کے نام سے لکھا تھا۔ پیر جی صاحب نے اس کو مجموعہ رسائل جلد دوم میں شامل کر کے شائع کر دیا۔ داؤد ارشد نے یہ مضمون سبیل الرسول پر ایک نظر کے جواب میں لکھا ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ سے جہاں اہلِ سنت کو بہت فائدہ ہوا۔ وہاں غیر مقلدین کو بھی اس کتاب یعنی سبیل الرسول کی اصلاح کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے نئے سرے سے اس کو دوبارہ سیٹ کیا ہے اور ان کو اس کی تخریج و تحقیق کرنی پڑی۔ حکیم صاحب نے جو احادیث گھڑی تھیں ان پر پردہ ڈالنے کے لیے داؤد ارشد نے یہ کام کیا ہے۔

داؤد ارشد کی بوکھلاہٹ:

ص ۳۱۹ پر لکھتے ہیں: حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۲۱۲ پر دلائل و براہین سے ثابت کیا تھا۔

جواب:

محترم سبیل الرسول پر ایک نظر تو مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تھی جسے پیر جی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے آپ نے ایسے حکیم صاحب کی کتاب بنا دیا حکیم صاحب کی کتاب کا نام صرف سبیل الرسول ہے۔

ص ۳۱۹ سطر ۱۸ پر پیر جی کے متعلق لکھتے ہیں: پہلے تو اِدھر اُدھر کی فضول بھرتی کی ہے۔ آخر میں دلائل نقل کرتے ہیں:

جواب:

محترم مولانا صاحب! مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۸۹ سے لے کر ص ۱۰۲ تک کل ۱۴ صفحات میں حکیم صاحب کا جواب ہے۔ آپ کے ذمہ تھا کہ پیر جی کے جواب کا مکمل جواب دیتے یہ آپ نے نہیں کیا اور نہ ہی آپ مکمل مضمون کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی دوسری کتابوں میں بھی یہ ہی کیا ہے۔ جسے آپ نے فضول بھرتی کہا ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے۔ پیر جی نے ص ۸۹ سطر ۸ پر قرآن کی آیت فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ نقل کی ہے۔

آپ نے پیر جی کی پہلی دلیل ص ۸۹ ہی سے نقل کی ہے جو سطر نمبر ۱۹ سے شروع ہوتی ہے اور پیر جی نے حکیم صاحب کا جواب سطر ۳ سے شروع کیا ہے۔ سطر ۳ سے لے کر سطر ۱۸

تک جو عبارت ہے۔ اس کو آپ نے اِدھر اُدھر کی فضول بھرتی کہا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں، معافی مانگیں۔ آپ نے قرآن کی توہین کی ہے۔ ہم ناظرین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۸۹ سطر نمبر ۳ تا سطر نمبر ۱۸ کو بار بار ملاحظہ فرمائیں۔ اور غور سے دیکھیں کہ اس میں وہ قرآن کی آیت لکھی ہے یا نہیں اور ان سطروں میں جو لکھا ہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ فیصلہ خود کریں۔

ہم نے یہاں پر صرف وضع حدیث کا جواب دینا ہے۔ مکمل مسئلہ پر بحث نہیں کرنی۔ اس لیے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ آپ کا الزام مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۹۲ سطر ۱۰، ۱۱، ۱۲ کی عبارت پر ہے۔

عبارت نقل کرنے میں داؤد ارشد کی خیانت:

داؤد ارشد لکھتے ہیں:

اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا "لانہ استر لھا" کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔ (سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۲)

ناظرین اب "سبیل الرسول پر ایک نظر" کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے۔ (فقہ علی مذاہب اربعہ، درمختار ج ۱ ص ۳۲۷، عالمگیری ج ۱ ص ۷۳) اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا "لانہ استر لھا" (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳) کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

ناظرین آپ نے پیر جی کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمالی۔ پیر جی نے فقہ کی چار مشہور کتابوں کے حوالہ سے یہ مسئلہ بیان کیا تھا۔ کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ، درمختار، فتاویٰ عالمگیری، شرح نقایہ۔ مگر داؤد ارشد نے خیانت کرتے ہوئے فقہ کی کتابوں کے نام عبارت میں سے نکال دیے۔ اگر یہ حرکت نہ کرتے تو عوام کو دھوکہ کیسے دیتے۔ ہر شخص سمجھ جاتا کہ پیر جی نے تو فقہاء کی عبارت نقل کی ہے اور یہ عربی جملہ "لانہ استر لھا" حدیث نہیں ہے بلکہ

فقہاء کا قول ہے۔ اور فقہاء نے یہ قاعدہ احادیث سے ہی اخذ کیا ہے۔ خود داؤد ارشد ص ۳۲۲، سطر ۱۶ پر اس بات کا اقرار کر رہا ہے، لکھتا ہے: واضح رہے کہ فقہاء احناف نے مرد وعورت کے ہاتھ باندھنے کی جگہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورت سینہ پر باندھے "لانہ استر لھا" دیکھئے (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۳، فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۴۸۷، حلبی کبیر ص ۳۰۱، نور الایضاح ص ۲۵۹، بنایۃ وطحاوی بحوالہ السعایہ ج ۲ ص ۱۵۶ وشرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳، ونماز مسنون ص ۳۲۰ وغیرہم) (ضمیمہ سبیل الرسول ص ۳۲۲)

ناظرین جو بات پیر جی نے لکھی تھی وہ ہی داؤد ارشد نے کہی ہے۔ پیر جی نے ص ۹۷ پر علامہ عبدالحئی لکھنوی کے السعایہ کے حوالہ سے بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں پھر ص ۹۷، ۹۸ پر امام نووی کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں پھر ص ۹۸ پر المغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہیں بھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اصل میں یہاں پر بات اصول اور بنیادی قاعدہ کی ہو رہی ہے۔ عربی الفاظ کی نہیں۔ پیر جی نے ص ۹۵ سطر ۱۵ پر لکھا ہے۔ دوسرا قاعدہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ عورت کی نماز کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے۔ اس لیے جس حالت میں ستر زیادہ ہوگی وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔ اس حدیث کی روشنی میں علمائے اہل سنت کہتے ہیں اصل میں عورت کے ستر کا مسئلہ ہے نماز میں جتنا بھی عورت کا ستر ہوگا بہتر ہے۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر مرد عورت کا فرق واضح ہوگیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علماء نے عورت کے ستر کے مسئلہ کا ذکر حدیث سے لیا ہے اور اپنی کتب میں جب اس مسئلہ کو بیان کیا تو عربی الفاظ میں اس قاعدہ کو ذکر کر دیا۔ یعنی یہ قاعدہ کہ اصل میں اس مسئلہ میں عورت کے سطر کا مسئلہ ہے۔

داؤد ارشد نے اردو عبارت سے صرف عوام کو دھوکہ دیا ہے اہلِ علم تو بات کو سمجھتے ہیں۔ پیر جی صاحب نے فقہاء کی عبارت کا خلاصہ اردو میں ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا۔ اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ

یہاں پر حدیث کے الفاظ نقل کرنا مقصد نہیں کیونکہ بات اجماع کی ہو رہی ہے حدیث ہوتے ہوئے اجماع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حدیث میں آ گیا کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے ستر کا مسئلہ حدیث میں آ گیا نہ کہ یہ الفاظ حدیث میں آ گئے۔ یعنی حدیث میں جو الفاظ ہیں ان سے یہ قاعدہ نکلتا ہے۔ "لانہ استر لھا" اور یہ بات شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔

داؤد ارشد نے بھی شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳ کے حوالے سے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہم ناظرین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ پہلے پیر جی کا مضمون جو ص ۸۸ سے شروع ہو کر ص ۱۰۲ تک ہے پڑھیں پھر داؤد ارشد کا مضمون پڑھیں آپ پر حق واضح ہو جائے گا اور مرد و عورت کی نماز میں جو فرق ہے وہ بھی معلوم ہو جائے گا اصل میں جھوٹی حدیثیں گھڑنا غیر مقلدین کا کام ہے۔ اہل سنت کا نہیں۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱، ۱۲، ۱۳ پر حکیم صادق سیالکوٹی کے چار جھوٹ لکھے تھے۔ ان کے متعلق داؤد ارشد نے کوئی کلام نہیں کیا۔

دوسرے الزام کا جواب:

مولانا داؤد ارشد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

راقم نے ضمیمہ (سبیل الرسول ص ۳۲۲، ۲۴۸ میں اس کی وضع کردہ دو روایات کی نشان دہی کر دی ہے۔ (حدیث اور اہل تقلید جلد اول ص ۳۱)

جواب:

ہم نے ضمیمہ سبیل الرسول ص ۲۴۸ جب دیکھا تو وہاں پر کوئی بات نظر نہ آئی ہم نے خیال کیا کہ داؤد ارشد کو صفحہ نمبر لکھنے میں دھوکہ لگا ہوگا۔ ہم نے ص ۳۴۸ کو دیکھا تو وہاں پر یہ الزام میں مل گیا۔ اگر ہماری جگہ داؤد ارشد ہوتا تو اس بات کا پتنگڑ بنا دیتا کہ دیکھو یہ جھوٹ ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ ص ۲۴۸ پر حوالہ نکال کر دکھاؤ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ داؤد ارشد معصوم نہیں ہے غلطی ہو سکتی ہے کوئی بات نہیں۔ اب ہم اصل الزام کی طرف آتے ہیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل الرسول پر ایک نظر کے ص ۱۲۵ سطر نمبر ۳ پر لکھا ہے۔

(ب) تیمم دو ضرب سے کرنا۔ ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری دونوں ہاتھوں سے کندھوں اور بغلوں تک کے لیے۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۵۱، نسائی ج ۱ ص ۶۰، طحاوی ج ۱ ص ۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۳)

اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے داؤد ارشد نے لکھا ہے:

ثالثاً: آپ نے جو حدیث "ب" کے تحت بیان کی ہے یہ جناب کا کھلا افترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے، ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ سے اگر آپ یہ حدیث ان کتب سے ثابت کر دیں تو آپ کو بطور انعام یہ کتب دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ مگر یاد رکھو پیر مشتاق تو کجا پوری دنیا کے حنفی اگلے پچھلے اکھٹے ہو جائیں تب بھی اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ (ضمیمہ سبیل الرسول ص ۳۴۸، ۳۴۹)

جواب:

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۵۲، ۲۵۳ پر (نوٹ: سبیل الرسول تین قسم کی ہے ایک ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کی جو سب سے پہلے شائع ہوئی۔ دوسری ۲۳×۳۶/۱۶ سائز کی۔ تیسری ۲۰×۲۶/۸ سائز کی جو داؤد ارشد کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس لیے صفحات کا فرق ہے۔) تیمم کا مسئلہ ذکر کیا تھا۔ اس کا جواب مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۴ تا ۱۳۱ میں دیا۔ یہ سارا مضمون حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ پیر جی نے تو صرف اس کو شائع کیا ہے۔ بہر حال حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہو یا پیر جی کا آپ کا الزام بالکل غلط ہے۔ قارئین کرام اصل بات یہ تھی کہ تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مختلف روایات مروی ہیں جن میں مرفوع بھی ہیں موقوف بھی، متصل بھی ہیں، مرسل بھی یعنی کئی قسم کی ہیں مگر ہیں سب کی سب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی ان روایات میں الفاظ کی کمی بیشی بھی ہے کسی میں ایک ضرب کا ذکر ہے اور کسی میں دو ضرب کا پھر کسی روایت میں کہنیوں تک کا ذکر ہے۔ کسی میں کندھوں اور بغلوں تک کا ذکر ہے۔ کسی میں نہیں ہے۔ بہر حال حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مختلف روایات مروی ہیں اس کا انکار کوئی غیر مقلد نہیں کر سکتا اور نہ داؤد ارشد کر سکا ہے۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے صرف اپنے مطلب کی روایت لے کر یعنی ایک ضرب والی نقل کر دی اور دو ضرب کے مسئلے کو حدیث کے خلاف کہہ دیا اور حنفیوں کی دلیل دو ضرب والی کا ذکر تک نہیں کیا۔ حکیم صاحب کی اس غلط حرکت کا پردہ چاک کرتے ہوئے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم صاحب پر گرفت فرمائی ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے تین طرق کا ذکر کیا اور (ا) (ب) (ج) کر کے ان کی نشان دہی فرمائی کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے تیمم کے متعلق یہ تین قسم کی احادیث مروی ہیں۔ حکیم صاحب نے صرف ایک قسم کی نقل کی اور دو کا ذکر تک نہیں کیا۔

پھر غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ان سے مطالبہ کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن وسنت کی بات مانتے ہیں اور کسی کی نہیں مانتے۔ مگر یہاں پر آپ نے اس بات پر عمل نہیں کیا۔ اس واسطے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے اس حدیث کے مکمل طرق نقل کرتے پھر ایک طرق کو قبول اور دو طریقوں کے رد کرنے کی وجہ کسی حدیث صحیح سے بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فلاں طرق قبول کر لینا کہ وہ صحیح ہے اور فلاں فلاں دو طرق حدیثوں کے رد کر دینا کہ ''ضعیف ہیں لیکن حکیم صاحب نے نقل میں خیانت سے کام لیا ایک طریق بتایا اور دو کو چھپایا۔ (سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۵)

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی تین روایات کا ذکر فرمایا۔ داؤد ارشد نے کہا ہے کہ دوسری نمبر والی روایت جھوٹ ہے۔ حالانکہ خود داؤد ارشد نے ص ۳۴۹ سطر نمبر ۹ میں یہ بات تسلیم کی ہے۔ لکھتے ہیں نسائی اور طحاوی کا حوالہ بھی **بغیة المعی** ج ا ص ۱۵۵ سے دیکھ کر بیان کر دیا اور اصل کتب کی مراجعت کی توفیق نہ ملی۔

ناظرین کرام! داؤد ارشد کے اعتراض کا جواب تو اس عبارت سے خود بخود دھو گیا ہے۔ اگر بالفرض حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ یا پیر جی نے اصل کتابیں نہیں دیکھیں اور **بغیة المعی** پر اعتماد کرتے ہوئے یہ حوالہ نقل کر دیا تھا۔ تو وہ تو بری الذمہ ہو گئے۔ ان کی نیت پر حملہ کرنا اور

ان پر حدیث گھڑنے کا الزام لگانا کتنا بڑا جرم ہے کیا اس بات کی قرآن وحدیث میں اجازت ہے۔ کیا ایک عالمِ دین جو اپنے ساتھ ہمیشہ اہلِ حدیث کا لقب لگانے کو فخر سمجھتا ہے اس نے ایسا کر کے کتنی احادیث کی مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

باقی رہی یہ بات کہ **بغیة المعی** کے حوالے کیوں نقل کیا اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا آپ نے اس بحث میں صفحہ ۳۴۹ پر سطر نمبر ۶، ۷ پھر سطر نمبر ۱۱ میں اور اس پوری کتاب میں کئی جگہ علامہ زیلعی حنفی پر اعتماد کرتے ہوئے حوالے دیے ہیں اور اسی بحث میں آپ نے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی الدرایہ کے حوالے دیئے ہیں کیونکہ جب کتب حدیث میں تینوں کتابیں ایک ہی فن کی ہیں اور تینوں کا موضوع بھی ایک ہی ہے اور ایک ہی کتاب کی تخریج پر مشتمل ہیں۔ وہ ہے فقہ حنفی کی مشہور زمانہ کتاب ہدایہ صاحب ہدایہ نے جو احادیث نقل فرمائیں ہیں ان کی تخریج پر یہ تینوں کتابیں ہیں۔ ناظرین کی معلومات میں اضافہ کے لیے ہم یہاں پر ان کے متعلق کچھ تفصیل کرتے ہیں۔

(ا)......علامہ زیلعی حنفی کی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ۵ جلدوں میں حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں ہر قسم کی ہزاروں احادیث موجود ہیں۔ علامہ زیلعی کی وفات ۷۶۲ ہجری ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات سے ۱۱ سال بعد پیدا ہوئے۔

(۲)......حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفٰی ۸۵۲ ہجری نے بھی ہدایہ کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے جو الدرایہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۲ جلدوں میں ہے اور ہدایہ کے حاشیہ پر بھی موجود ہے۔

(۳)......حافظِ حدیث علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطوبغا مصری حنفی المتوفٰی ۸۷۹ھ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ بدر الدین عینی حنفی، حافظ ابن الہمام حنفی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ آپ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ تخریج حدیث پر آپ کا بہت کام ہے۔ آپ نے بھی ہدایہ کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے۔۔ اس کا صحیح نام **منیة الالمعی فی ما فات من تخریج احادیث الهدایه للزیلعی** ہے۔ داؤد ارشد نے

بغیۃ الالمعی غلط لکھا ہے۔ ناظرین بات دور چلی گئی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بالفرض پیر جی نے **منیۃ الالمعی** کے حوالہ سے ایک بات نقل فرمائی ہے اور وہ **منیۃ الالمعی** میں موجود بھی ہے اور خود داؤد ارشد اس کو تسلیم بھی کر رہے ہیں۔ پھر حدیث گھڑنے کا الزام تو کسی طرح بھی درست نہیں ہے زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ **منیۃ الالمعی** کے مصنف کو حوالہ دینے میں غلطی لگ گئی تھی اور ایسی چیزیں مصنفین سی ہوتی رہتی ہیں جن کو اہل علم جانتے ہیں جن لوگوں نے منکرین حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں داؤد ارشد اگر بیان الخطاء للبخاری امام ابی حاتم رازی کی پڑھ لیتے تو یہ بات نہ کرتے۔ میں نے یہ تمام باتیں تو صرف اس حوالہ سے کی ہیں کہ اگر پیر جی یا مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ **منیۃ الالمعی** پر اعتماد کر کے کوئی حوالہ نقل کریں تو مجرم اور داؤد ارشد خود نصب الرایہ۔ الدرایہ جیسی کتب پر اعتماد کر کے حوالے نقل کرے تو صحیح ...... یہ عجیب معیار ہے......

باقی یہ روایت سنن ابوداؤد **کتاب الطھارت باب التیمم** میں موجود ہے۔ ہم سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۵۱ مترجم علامہ وحید الزماں غیر مقلد مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور سے اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

"عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پاک مٹی سے نماز فجر کے لیے تیمم کیا، تو انہوں نے مٹی پر ہاتھ مار کر منہ پر ایک دفعہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے تمام ہاتھوں پر پھیر لیا، یعنی کندھوں تک اور نیچے سے بغلوں تک۔"

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس بات کا حوالہ دیا ہے وہ اس میں موجود ہے۔ جس سے داؤد ارشد کے اعتراض کی حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اعتراض صرف تعصب کی بنا پر کیا گیا ہے اور کوئی وجہ نہیں۔ باقی رہا ابوداؤد کے علاوہ دوسری کتابوں کا مسئلہ ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی داؤد ارشد کی علم حدیث اور اصولِ حدیث سے بے خبری کی دلیل ہے یا پھر جان بوجھ کر عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایسا کیا ہے۔ اصول حدیث کا یہ ضابطہ ہے کہ تمام اشیاء میں اشتراک ضروری نہیں ہوتا اگر ایک چیز میں بھی

اشتراک واقع ہو جائے تو آپ اس کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ یہ بات اس حدیث میں بھی ہے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اصول کے تحت دیگر کتب حدیث کے حوالے دیئے ہیں اور صاحب **منیۃ الالمعی** نے بھی، صاحب **منیۃ الالمعی** تو خود بہت بڑے محدث اور اصولی ہیں اس لیے انہوں نے نسائی اور طحاوی کا حوالہ دے دیا۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے اصول سے اچھی طرح باخبر تھے۔ انہوں نے بھی ان دونوں کا حوالہ دے دیا۔ اور مسند احمد میں بھی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے۔ اس لیے اس کا ذکر بھی کر دیا۔ ابوداؤد کی روایت تو گزر چکی اب نسائی کی ملاحظہ فرمائیں۔

نسائی **کتاب الطھارت باب الاختلاف فی کیفیۃ التیمم** میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمم کیا تو چہروں بازوؤں کا کندھوں تک مسح کیا۔ اس میں چہرے اور کندھوں کا ذکر موجود ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت جو اوپر گزری اس میں بھی چہرے اور کندھوں کا ذکر موجود ہے۔ دو چیزوں میں اشتراک پایا گیا۔ نسائی کے بعد طحاوی سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ طحاوی **کتاب الطھارت باب صفۃ التیمم کیف ھی** میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

جب آیت تیمم نازل ہوئی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا پھر ہم نے ایک ضرب منہ کے لیے ماری ایک دونوں ہاتھوں یعنی مونڈھوں تک اور پھر نیچے۔

(طحاوی مترجم جلد اول ص ۱۵۹ ترجمہ مولانا عبدالستار ٹونکی)

دیکھئے طحاوی میں یہ حدیث موجود ہے اور اس میں دو ضربوں کا ذکر بھی ہے۔ اور مونڈھوں اور بغلوں کا بھی اب مسند احمد میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مسند احمد مترجم جلد نمبر ۸ ص ۸۷ مسند الکوفیین جس میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایات بھی موجود ہیں۔ حدیث نمبر ۱۸۵۰۹ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیمم کے متعلق پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے اور ایک ضرب

چہرے کے لیے لگائی جائے۔

اس حدیث کی تخریج کرنے والے نے لکھا ہے صححہ ابن حبان (۱۳۰۲) وصححہ ابن خزیمة (۲۹۷) وقال الترمذی حسن صحیح قال الالبانی صحیح ابو داؤد ۳۲۷، الترمذی ۱٤٤)

منداحمد میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی ایک دوسری روایت بھی موجود ہے جس میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔فَمَسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَهُمْ و اَيْدِيَهُمْ اِلَى الْمَنَاكِبِ وَمِنْ بُطُوْنِ اَيْدِيْهِمْ اِلَى الْآبَاطِ اور اپنے چہروں اور کندھوں تک ہاتھوں پر انہیں پھیر لیا اسی طرح ہاتھوں کے باطنی حصے پر بغلوں تک اسے پھیر لیا۔(مسند احمد مترجم ج۸ص۸۸)

ناظرین ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت مسند احمد میں بھی ہے اور اس میں دو ضربوں کا ذکر ہے۔حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اختلاف حضرت عمار رضی اللہ عنہما کی روایت میں بتایا تھا وہ تو ثابت ہو گیا۔اب رہی یہ بات کہ دو ضربوں والی میں کندھوں اور بغلوں کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔یہ آپ کی اصولِ حدیث سے بے خبری ہے اگر ہم اس طرح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں آپ کی کتابوں میں بھی بہت سے مقامات پر ایسا ہوا ہے۔حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مختلف الفاظوں کے ساتھ مختلف روایات مروی ہیں۔انہوں نے ہر ایک طریق کی کوئی عربی عبارت نقل نہیں کی تھی کہ آپ کہیں کہ یہ ہی عربی عبارت دکھائیں۔باقی ضد کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں قرآن و سنت پر صحیح طریقہ سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔آمین (از سید مشتاق علی)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور غیر مقلدین حضرات

جمع وترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی سید عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ، گلی نمبر۸ مکان نمبر ۳۶/۶ سی کالج روڈ

گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر: 0333-8182910

نام کتاب .... مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر مقلدین حضرات

جمع وترتیب .... پیر جی سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ .... ماہیر گرافکس 0333-8276791

ٹائٹل .... حافظ مجاہد

صفحات 44

تعداد 100

تاریخ طبع اول .... مئی 2018ء

ملنے کے پتے

1......پیر جی عبد المتین محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 گوجرانوالہ

2......مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

3......مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ عقب شیرانوالہ باغ

4......مکتبہ اہل سنت والجماعت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی سرگودھا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱...... شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۰ء کا فتویٰ:

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے، میں سنتا ہوں، اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۵۲، مطبوعہ اکادمی کشمیری بازار لاہور)

۲......فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ:

فتاویٰ علمائے حدیث جلد پنجم ص ۲۲۴ ناشر مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان) میں ہے:

سوال: میری ایک حنفی دیوبندی سے بحث چل رہی ہے۔ اس نے تین حدیثیں پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر اس نے دعویٰ کیا ہے کہ کوئی اہل حدیث عالم ان تینوں حدیثوں کو ان کے راویوں کو غلط ثابت نہیں کرسکتا۔ (عبدالغفور، گوجرانوالہ)

جواب: انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی برزخی نہ کہ دنیوی، (حیات نبوی سے کیا مراد ہے اس کی تفصیل تسکین الصدور ص ۲۶۷ پر دیکھیں۔ مشتاق) انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں۔ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں۔ اسی لیے وہاں تعظیم وتہذیب کی صورت میں ہے۔ حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ (علامہ ذہبی کے اعتراض کا مفصل جواب تسکین الصدور ص ۲۲۵ طبع سوم میں دیکھیے۔ مشتاق) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور یہ حدیث مسلم میں ہے۔ اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔ مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے جو مجہول الحال ہے۔ مگر درود قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں ہے۔ (الاعتصام ج ۲۰ ص ۲۶)

۳...... فتاویٰ علمائے حدیث جلد پنجم ص ۳۰۵، ۳۰۶، ناشر مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان):

بایں ہمہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر صرف یہ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے دونوں خلفاء رضی اللہ عنہم پر درود وسلام بھیجے۔
کیونکہ سنن اربعہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
"جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے۔ اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" یہ ایک جید الاسناد حدیث ہے۔

سماعِ سلام وارسالِ درود:

نیز ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ
"جو شخص میری قبر کے پاس آ کر سلام کرتا ہے، میں اس کو سنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔"
اس کی اسناد کسی قدر کمزور ہے لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تقویت ہوتی ہے کیونکہ اہلِ سنن نے مختلف اسنادوں سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہوا ہے۔" نسائی وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔"

۴...... فتاویٰ ستاریہ جلد اول ص ۱۵۴، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم نمبرا کراچی نمبرا:

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

سوال (۲۴۷): لوگوں میں مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود باوجود کے

ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اگر روضہ کے قریب کوئی التجا یا درود پڑھا جائے تو حضور بنفس نفیس سنتے ہیں۔ کہاں تک صحیح ہے؟
جواب (۲۴۷): اہل قبور سے عام اس کے کہ انبیاء علیہم السلام ہوں اولیاء رحمہم اللہ بغرض جلب منفعت یا دفع حضرت التجا یا فریاد کرنا قطعاً حرام اور شرک ہے۔ ہر ایک کی فریاد اور التجا کا سننے والا وہی اکیلا وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسی ہی جیسی کہ حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ." یہ معنی ہیں زندگی کے کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے اور ان کو مٹی نہیں کھاتی اور روح ہر ایک کی زندہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روح اور جسم دونوں صحیح و سالم رہتے ہیں اور اوروں کی صرف روح اور بموجب اس حدیث رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ انبیاء علیہم السلام کے جسم میں روح آتی جاتی ہے۔ اور جس طرح کی زندگی اور حیات النبی مولود ہے اور بدعتی لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور ہماری کل مرادیں پوری کرتے ہیں اور مجلس مولود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ اسی خیال باطل کے مطابق وہ قیام تعظیمی بجالاتے ہیں جو قطعاً حرام اور شرک ہے۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان اور جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے ہرگز ایسا ثابت نہیں۔ ہاں صرف اتنا کہنا کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود وسلام پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ بے شک ٹھیک ہے۔

۵...... فتاویٰ ستاریہ جلد چہارم ص ۹۱، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل، اے ایم نمبرا کراچی نمبرا:

سوال (۵۵۹): ① کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس بارے میں کہ جس طرح عام مردوں کی لاش خراب ہو جاتی ہے کیا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی لاش خراب ہو جاتی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام حیات ہیں کہ نہیں؟
② جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ درود فرشتے لے جا کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے ہیں یا نہیں؟

③ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کو جواب دیتے ہیں یا نہیں؟

جواب (۵۵۹): الجواب بعون الوہاب، صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:

① انبیاء علیہم السلام کا جسم مرنے کے بعد خراب نہیں ہوتا۔ بلکہ بعینہٖ صحیح سالم رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: "اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ"، یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اجسادِ انبیاء علیہم السلام کو کھائے (یعنی خراب کرے) انبیاء کو برزخی زندگی حاصل ہے۔

② ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔

③ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ یہاں سے نہیں سنتے کیوں کہ فرشتے پہنچانے کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبدالقہار غفرلہ

۶......فتاویٰ ستاریہ جلد چہارم ص ۱۱۷، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل، اے ایم نمبر ا کراچی نمبر ا:

سوال (۵۹۸): ① کیا شفاعت یا سفارش برحق ہے؟

② کیا نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں سن سکتے ہیں یا سنتے ہیں؟

③ کیا درود شریف فرشتے پہنچاتے ہیں یا کہ خود اللہ تعالیٰ؟

④ یا انبیاء علیہم السلام یا خود نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں کس حالت میں ہیں؟

(حافظ محمد خاں سرگودھا)

جواب (۵۹۸): الجواب بعون الوہاب، صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:

① شفاعت برحق ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حدیث میں ہے وَهِیَ نَائِلَةٌ مَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے اجازت فرمائے گا۔ اسی کے حق میں سفارش کی جائے گی اور قبول ہوگی اور نبی علیہ السلام نے

فرمایا میری شفاعت اس کے حق میں ہوگی جو مشرک نہ ہو۔ ہاں شفاعتِ کبریٰ عام ہے۔

② قبر والے کسی کی بھی آہ و پکار نہیں سنتے (یہاں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کی بات ہے کیوں کہ آگے عبارت میں انبیاء علیہم السلام کے سننے کا خود اثبات کر رہے ہیں۔ عام مُردوں کے سننے کے متعلق غیر مقلدین کیا نظریہ رکھتے ہیں وہ ہم آئندہ کسی مضمون میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ (سید مشتاق علی) قرآن مجید میں ہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

③ فرشتے درود و سلام پہنچاتے ہیں۔ حدیث میں ہے: اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَیَّاحِیْنَ الخ

④ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں ٹھیک اور صحیح حالت میں ہیں، ان کے جسموں کو زمین خراب نہیں کرتی۔ "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ" فقط

(عبدالقہار غفرلہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)

۷......نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۷ھ غیر مقلد، احوال برزخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وجملہ اموات از مؤمنین و کفار از حصول علم و شعور و ادراک وسماع وعرض اعمال ورد جواب رزائر برابر اند تخصیص بانبیاء وصلحاء نیست

اور تمام مردے عام اس سے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم، شعور، ادراک، سننے اعمال کے پیش ہونے اور زیارت کنندہ کے سلام کا جواب دینے میں برابر اور یکساں ہیں اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

(دلیل الطالب ص ۸۸۶، بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۰۹)

۸......مولانا سید احمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد (مصنف احسن التفاسیر) لکھتے ہیں:

ومذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر خلافا للخوارج والمعتزلة

وبعض المرجئة فانهم نفوا ذٰلك واحادیث الباب ترد علیهم ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعینه بعد اعادة الروح الیه وما قیل ان السوال فی القبر یقع علی البدن فقط وقال بعضهم یقع علی الروح فقط فیرد علیهم قوله صلی الله علیه وسلم تعاد روحه فی بعض الروایات اهـ

ترجمہ:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ عذابِ قبر کو تسلیم کرتے ہیں بخلاف خوارج، معتزلہ اور بعض مرجئہ کے کہ وہ اس کی نفی کرتے ہیں لیکن عذابِ قبر کے باب کی حدیثیں ان کے خلاف پڑتی ہیں پھر اہلِ سنت کے نزدیک عذابِ جسد عنصری کو ہوتا ہے۔ مگر اعادہ روح کے بعد باقی جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جو بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس کی روح اس کی طرف لوٹائی جاتی ہے ان اقوال کو رد کرتا ہے۔

(تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۱، ۳۲، بحوالہ تسکین الصدور ص۱۷۳)

۹......نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

احادیث متواترہ اند برآنکہ عودی کند روح بسوئے بدن وقت سوال وایں تعلق ہمیشہ می ماند اگرچہ جسد جاں دریدہ ومتفرق ومنقسم گودد وسوال بدن بلا روح قول طائفہ است وجمہور انکارش کردہ اند ودیگر در برابر ایشاں گویند کہ سوال روح را بلا بدن است وایں غلط فاحش است ورنہ قبر رابداں اختصاص نہ باشد۔

(التنکیت فی شرح اثبات التثبیت ص۲۳، طبع ۱۲۹۲ھ بحوالہ تسکین الصدور ص۱۳۸)

۱۰......غیر مقلدین کے مجدد نواب سید صدیق حسن خان بن اولاد حسن خان قنوجی لکھتے ہیں:

اَلتَّوَسُّلُ اِلَی اللهِ بِاَهْلِ الْفَضْلِ وَالْعِلْمِ هُوَ فِی التَّحْقِیْقِ تَوَسُّلٌ بِاَعْمَالِهِمُ

الصَّالِحَةِ وَمَزَایَاهُمُ الْفَاضِلَةِ اِذْ لَا یَكُوْنَ الْفَاضِلُ اِلَّا بَاَعْمَالِهٖ فَاِذَا قَالَ الْقَائِلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِالْعَالِمِ الْفُلَانِیْ فَهُوَ بِاِعْتِبَارِ مَا قَامَ بِهٖ مِنَ الْعِلْمِ.

اہل علم وفضل کا توسل حقیقت میں ان کے اچھے اعمال اور اعلیٰ خصوصیات کا توسل ہے، کیوں کہ اچھے اعمال ہی کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل ہوئی ہے، جب کوئی شخص کہتا ہے۔ بار خدایا میں فلاں عالم کا وسیلہ لیتا ہوں تو یہ وسیلہ اس کی علمی خدمات کا وسیلہ ہے۔

(اَلتَّوَسُّلُ بِسَیِّدِ الرُّسُلِ ص۱۲)

۱۱......مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا ابو الحسنات محمد بن عبداللہ بن نور الدین الفنجانی عون الودود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۵ میں لکھتے ہیں:

وانه حیٌّ فی قبره ان الله حرم علی الارض ان تأكل اجساد الانبیاء وقد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حیٌّ بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته والانبیاء لایبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتٰی و ورد النص فی كتاب الله فی حق الشهداء وانهم احیاء یرزقون وان الحیٰوة فیهم متعلقة بالجسد فكیف بالانبیاء والمرسلین وعند مسلم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مرات بموسٰی لیلة اسرٰی عند الكثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھا سکے اور محققین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات کے زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سڑتے گلتے نہیں باوجودیکہ مطلق ادراک۔ جیسے جاننا اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے اور شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید میں موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسمانی ہے پس کس طرح انبیاء اور رسولوں کے لیے حیات جسمانی ثابت نہ ہو جن کا مقام بہت بلند ہے (یعنی ان کے لیے تو یقیناً ثابت ہے) اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس معراج والی

رات میں سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۲......مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا حکیم محمد اشرف صاحب سندھو کا عقیدہ ان کی کتاب مقیاسِ حقیقت بجواب مقیاسِ حنفیت سے ہم پیش کرتے ہیں اس کتاب کا ص ۴۲۶ تا ۴۲۷ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

چنانچہ یہ حقیقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہے:

"کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضح لثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما ادفن عمر معھم فواللہ مادخلتہ الا وانا شددہ علی ثیابی حیاء من عمر. (مشکوۃ دفن المیت)

ترجمہ: میں جب کبھی اپنے حجرہ کے اس حصہ میں داخل ہوتی جو پردہ کی آڑ سے قبر اطہر کے مخصوص کرنے کی غرض سے لگا رکھا تھا۔ تو یہ خیال کرتی ہوئی کہ میرے خاوند محترم اور شفیق ابا جان ہی تو ہیں، کپڑے وغیرہ کا عام حالات سے زیادہ احتیاط نہ کرتی۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ دفن ہوگئے تو خدا کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ اور حیا سے متاثر پورے احتیاط (شدت) سے کپڑا سنبھال (چادر اوڑھ) کر داخل ہوتی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان اس امر کا ثبوت ہے کہ انہوں نے قبورِ مطہرہ اور اپنی اقامت گاہ کے درمیان پردہ کی حد فاصل لگا رکھی تھی۔

جب تک تو فاروقی مرقد نہ بنا، صدیقہ ویسے ہی بلا تکلف پردہ اٹھا کر قبر اطہر والے حصے میں داخل ہو جاتی۔ جیسا کہ بلا تکلف اپنے سکونتی حصہ میں ہوتیں۔ مگر جب فاروقی مرقد تعمیر ہوگیا تو اب قبورِ مطہرہ کے حصہ میں داخل ہونے کا قصد کرتیں تو پردہ کی آڑ اٹھانے سے بیشتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ سے متاثر پوری احتیاط سے کپڑا لپیٹ کر داخل ہوتی۔

عہد خیر القرون میں زیارت کا عام رواج ہی تھا:

صحابہ رضی اللہ عنہم چوں کہ براہِ راست جمالِ انور سے مستنیر تھے۔ اس لیے ان کو قبرِ اطہر کی زیارت کا کچھ زیادہ خیال نہ ہوا۔ چنانچہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان اور حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست کے واضح الفاظ اس کا ثبوت ہیں۔

رہا درود وسلام کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ مقدس ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے خود اپنے کانوں بارہا سن چکی تھیں کہ شرقاً غرباً وشمالاً وجنوباً جس حصہ ارض (زمین) میں کوئی مسلمان (رہتی دنیا تک کا امتی) درود وسلام عرض کرتا ہے یا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کا درود وسلام ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم اس درود وسلام کا جواب اسی وقت لوٹا دیتے ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ اللہ تعالیٰ کو درود وسلام کی آواز اس درجہ محبوب ہے کہ اس کی تلاش و سماعت کے لیے فرشتوں کی مخصوص ولاتعداد جماعت مقرر و مامور فرما رکھی ہے جو روئے زمین پر ہر آن درود وسلام کی تلاش وجستجو میں رواں دواں چکر کاٹتے پھر رہے ہیں کہ جہاں کہیں کسی امتی کو درود وسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے دیکھیں فوراً قبرِ اطہر پر عرض کردیں۔

چنانچہ احادیث کے الفاظ یہ ہیں:

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علیَّ روحی حتی ارد علیہ السلام.
(مشکوٰۃ باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو مسلمان ہم پر درود وسلام عرض کرتا ہے عین اسی وقت اللہ تعالیٰ من وعن ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم درود وسلام عرض کرنے والے کو جواب بھی دے دیتے ہیں۔

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام (حوالہ مذکور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مخصوص تعداد اس پر مامور فرما رکھی ہے کہ وہ دن رات درود وسلام پڑھنے والوں کی تلاش میں رواں دواں رہتی ہے۔ جہاں کوئی درود وسلام پڑھنے والا ان کو مل جاتا ہے اس کا درود وسلام فوراً ہم تک وہ پہنچا دیتے ہیں۔

۱۳......مولانا محمد اسماعیل سلفی اور ان کے شاگرد مولانا محمد سلیمان کیلانی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

مولانا ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

۸۶۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ.

۸۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی مجھ پر سلام کہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتے ہیں، میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (۱) (ابوداؤد، دعوات کبیر بیہقی)

(مشکوٰۃ شریف مترجم مولانا اسماعیل سلفی ج ۱ ص ۶۴۲)

(۱) روح کی واپسی کا مطلب کیا ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی زندگی بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی آدمی سویا ہوا ہو، سونے والا نہ تو کچھ بولتا ہے نہ سنتا ہے مگر جب بیدار ہو جاتا ہے تو سب کچھ کرتا ہے بالکل اسی طرح جب فرشتے درود کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیدار ہو جاتے ہیں جیسے سونے والا بیدار ہو جاتا ہے اور اسی انتباہ کو یہاں روح لوٹانے سے تعبیر کیا ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کی روح مبارک کو جسم سے بار بار کھینچا اور بار بار لوٹایا جاتا ہے۔

مولانا اسماعیل سلفی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱) درود فرشتے پہنچا دیتے ہیں:

یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ سیر کرنے والے فرشتے ہیں وہ مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور یہ حدیث فصل دوم میں پہلے گزر چکی ہے اور اس باب میں حضرت حسن بن علی کی حدیث بھی ہے جو حسن سند سے بیان کی گئی ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درود بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پڑھا جائے تو آپ خود اس کو سن لیتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور سلام کا جواب بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ امت کی کیا خوش قسمتی ہے کہ آج بھی آپ کے سلام سے مستفیض ہو رہے

ہیں۔ اگر ساری عمر کے سلاموں کا جواب ایک دفعہ بھی مل جائے تو اس پر ساری دنیا قربان کی جاسکتی ہے۔ چہ جائیکہ آپ ہر سلام کا جواب علیحدہ علیحدہ فرمائیں۔ فداہ ابی وامی وصلی اللہ علیہ وسلم۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم مولانا اسماعیل سلفی ج ۱ ص ۶۴۷)

مولانا اسماعیل سلفی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن درود کثرت سے پڑھنا:

اس کو احمد بن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی روایت کی ہے۔ اس حدیث میں دلالت ہے کہ جمعہ کے روز درود شریف زیادہ پڑھنا چاہیے کیوں کہ درود ویسے بھی بڑی بابرکت چیز ہے اور جمعہ کے روز اس کا اجر اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی قبر میں زندگی ثابت ہے لیکن وہ زندگی دنیا کی طرح نہیں بلکہ برزخی زندگی ہر ایک کو حاصل ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان لیکن اس برزخی زندگی میں آپس میں بے حد فرق ہے شہید کی زندگی اور دوسرے مسلمانوں کی زندگی سے اعلیٰ وارفع ہے اور شہید کو کچھ رعایتیں ایسی دی جاتی ہیں جو اوروں کو نہیں ملتیں اور نبیوں کی زندگی ان سے بھی بدرجہا اعلیٰ وارفع ہے اور ان کو بعض ایسی خصوصیتیں دی جاتی ہیں جو شہیدوں کو بھی نہیں ملتیں۔ انبیاء علیہم السلام کے جسم قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور روح بھی محفوظ رہتی ہے اور روح کا تعلق جسم سے کامل تر صورت میں ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۱ ص ۹۰۱، حاشیہ نمبر ۲)

۱۴...... علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں:

ف یعنی بعد وفات کے تو وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں کلام اور سلام سنتے ہیں اعمال ان کی امت کے ان پر پیش کیے جاتے ہیں درود شریف سامنے لایا جاتا ہے وہ خوش ہوتے ہیں دعا کرتے ہیں اگرچہ باقی اہل قبور بھی بر بنائے مذہب صحیح اہل سنت و جماعت سنتے ہیں مگر یہ سننا ان کا صرف روحانی ہے۔ (یہ علامہ کا اپنا خیال ہے۔ ڈیروی) اور انبیاء علیہم السلام کی حیات روحانی اور جسمانی دونوں طرح ہے مگر اس میں اور دنیا کی حیات میں ایک فرق دقیق ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا نہ اس کے بیان کی یہاں گنجائش ہے۔ (سنن ابوداؤد شریف، مترجم و فوائد حضرت علامہ وحید الزمان ناشر اسلامی اکادمی ۱۷، اردو بازار لاہور ج ۱ ص ۳۹۹)

علامہ وحید الزماں کا دوسرا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھتا ہے تو میں سن لیتا ہوں اور جو کوئی دور سے پڑھتا ہے تو فرشتے مجھ کو لا کر پہنچاتے ہیں۔ (لغات الحدیث ج۲ ص۴۰ (کتاب د)

علامہ وحید الزماں کا تیسرا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحۃً سماع موتی ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مُردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱۶۶ (س)۔

علامہ وحید الزماں کا چوتھا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں پھر روح پھیر دینے سے کیا مراد ہے اس اشکال کو اس طرح رفع کیا گیا کہ گو انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مگر ان کی ارواح مقدسہ اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہیں دنیا کی طرف ان کی توجہ نہیں ہے جب کوئی ان کو سلام کرتا ہے اس وقت ان کی روح ادھر متوجہ ہوتی ہے تو ردِ روح سے اس کا متوجہ کرنا مراد ہے۔'' (لغات الحدیث ج۲ ص۶۳ (کتاب ر)

علامہ وحید الزماں کا پانچواں حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ مُردے اپنی قبروں میں ہمارا سلام اور کلام سنتے ہیں لیکن وہ ہم کو اپنا جواب نہیں سنا سکتے۔ اہل حدیث کا قاطبۃً (یعنی سب کا) یہی قول ہے صرف حنفیہ اور معتزلہ نے سماع موتی کا انکار کیا ہے ان کے انکار سے کیا ہوتا ہے اور تعجب ہے ان اہلحدیث پر جو لوگوں کو تو ابو حنیفہ کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود جب چاہتے ہیں ابو حنیفہ کے مقلد بن جاتے ہیں سماع موتی کی نفی میں ان کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱۵۰ (س)

علامہ وحید الزماں کا چھٹا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: **انك لا تسمع الموتیٰ** تو مُردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام نہیں قبول کرا سکتا اس آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کیوں کہ سماع سے یہاں سماع اجابت مراد ہے جیسے (قرآن مجید میں ہے) **واسمع غیر مسمع** میں اور متعدد احادیث میں سماع موتی ثابت ہے جیسے اوپر (ج۳ ص۱۵۰ میں) گزر چکا اور اہلحدیث کے بڑے بڑے امام جیسے ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں اسی کے قائل ہیں صرف حنفیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے مجمع البحار میں ہے **انك لا تسمع الموتیٰ** کا معنی یہ ہے کہ تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالیٰ نے جاہل بنایا ہے تو یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہ ہوگی۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱۶۳ مادہ سم)

۱۵......نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:

وجملہ اموات از مؤمنین و کفار در حصول علم و شعور و ادراك و سماع وعرض اعمال و ردّ جواب بر زائر برابر اند تخصیص به انبیاء وصلحاء نیست (دلیل الطالب ص۸۴۰)

تمام مردے مومن ہوں یا کافر حصول علم، شعور، ادراک، سماع وعرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب کو لوٹانے میں برابر و یکساں ہیں ان امور میں انبیاء علیہم السلام و صلحاء امت کی تخصیص نہیں۔

نواب صدیق حسن خان کا دوسرا حوالہ:

نیز نواب صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

در شرع شریف معرفت بغاسل خود و سماع کلام او ثابت است سیوطی در کتاب شرح الصدور باحوال الموتی فی القبور گفته باب معرفة المیت بمن یغسله ویجهزه لو سماعه، ما یقال فیه و مایقال له. الخ.

(دلیل الطالب ص۸۲۸)

شرح شریف میں مردہ کا اپنے غسل دینے والے کو پہچاننا اور اس کی کلام سننا ثابت ہے
امام سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور میں ایک باب قائم کیا ہے کہ مردہ کا اپنے غسل اور کفن دینے والے کو پہچاننا اور مردہ کا سننا اس بات کو جو اس کے بارے میں کہی جائے یا اس کے حق میں کہی جائے۔

نواب صدیق حسن خان کا تیسرا حوالہ:

نیز نواب صاحب نے حیات انبیاء وسماع انبیاء علیہم السلام کی احادیث کو صحیح وثابت تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیہ والاذکار ص ۱۶۱ تا ۱۶۳)

فرشتہ درود بھیجنے والے کا نام اور اس کا والد کا نام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کرتا ہے:

نواب صاحب فرماتے ہیں:

اقول مثال ذالك ان الملك يقول مثلاً ان صديق بن حسن يصلی عليك ويسلم وان ولده فلان و فلان يصلون و يسلمون عليك اللهم ارزقنا وتقبل منا وصل علينا. (نزل الابرار ص ۱۶۲)

میں (نواب) کہتا ہوں اس کی مثال یوں ہے کہ فرشتہ یوں کہے کہ نواب صدیق بن حسن آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہے اور اس کا بیٹا فلاں وفلاں بھی آپ پر درود وسلام بھیج رہے ہیں اے اللہ ہمیں درود وسلام کہنا نصیب فرما اور ہم سے قبول فرما اور ہم پر رحمت نازل فرما۔

۱۶......مولانا عبدالستار دہلوی امام غرباء اہلِ حدیث کا حوالہ:

ایک حدیث جس میں آتا ہے "جب کہ بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پیٹھ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے" کے متعلق فرماتے ہیں۔ "اس وقت مردے کی سننے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں لوگ اس کو دفن کر کے واپس ہوئے فوراً ہی دو فرشتے منکر ونکیر آ جاتے ہیں ان کو جواب دینے کے لیے میت کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال وجواب شروع کرتے ہیں

جیسا کہ سنن کی روایت میں اس کی تشریح موجود ہے۔
(نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الجنائز پانچواں پارہ ص ۱۹۳) بحوالہ صحیفہ اہل حدیث پندرہ روزہ کراچی ۱۶، ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء)

مولانا عبدالستار دہلوی کا دوسرا حوالہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ میت کو (چارپائی پر) رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنے کندھوں پر اسے اٹھا لیتے ہیں تو میت اگر نیک ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو الخ کے متعلق مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا جب جنازہ اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اس وقت بھی اس کی روح واپس آ جاتی ہے اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں (اور) نہ ہم اس کی آواز سنتے ہیں بس جس طرح اللہ کے رسول صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا آمنا وصدقنا ۱۲ منہ عفی عنہ (نصرہ الباری ص ۱۹۷ پارہ نمبر ۵)

مولانا عبدالستار دہلوی کا تیسرا حوالہ:

فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۵۴، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم جناح روڈ کراچی نمبر ۱، میں سوال ص ۲۴۷ کے جواب میں آخری ٹکڑا یوں ہے۔ صرف اتنا کہنا کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود وسلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں بے شک ٹھیک ہے۔
مفتی عبدالقہار صاحب لکھتے ہیں (۲) ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔ (۳) جو شخص آپ کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ خود سنتے ہیں یہاں سے نہیں سنتے کیوں کہ فرشتے پہنچانے کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبدالقہار غفرلہ
(فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۹۱)
نیز لکھتے ہیں "ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود وسلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۷ ص ۱۱۷، ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)
مفتی عبدالستار صاحب اپنی کتاب حقیقۃ التوسل والوسیلہ ورسالہ تحقیق سماع موتی میں لکھتے ہیں:

فصل چوتھی سماع موتی کے بیان میں:

سماع موتی یعنی مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق دو مذہب ہیں (۱) یہ کہ سنتے

ہیں (۲) یہ کہ نہیں سنتے۔

نمبر اول میں پھر دو فریق ہیں۔ (۱) یہ کہ سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی اعانت کسی طرح نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کہ اگر زندہ آدمی ان کے لیے دعا مانگے، ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کرے تو اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے یعنی مردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے نہ کہ زندوں کو مردوں سے۔ اس عقیدہ والوں کے ادلہ قرآن وحدیث میں بہت ہیں اور یہ مذاہب اہل حدیث یعنی فرقہ محمدی کا ہے، جس کی تفصیل آئندہ آوے گی ان شاء اللہ

(۲) یہ کہ سنتے ہیں اور ان سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، پھول چڑھاتے ہیں، نذر و نیاز کرتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں، طلب حاجات کرتے ہیں، ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں، طواف کرتے ہیں۔ بڑی تعظیم وتکریم سے ان کا نام لیتے ہیں، مجاور بن کر بیٹھتے ہیں، چراغ بتی جلاتے ہیں، قبروں کو پختہ بناتے ہیں، اس کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں، ان کے نام کی تسبیح رولتے ہیں، ان کی قبروں کو پیٹھ نہیں دیتے، اسباب نہیں رکھنے دیتے، طرح طرح کی خوشبوؤں سے اس قبر کو مزین کرتے ہیں، دھونی مارتے ہیں، کئی کئی منزلوں سے پیدل سفر کر کے آتے ہیں، اس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، غلاف اڑھاتے ہیں، اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، اُن قبر والوں کو اپنے لیے مشکل کشا سمجھتے ہیں، اللہ کی جناب میں شفیع اور ان کو حالت قبر میں دعا کرنے والے خیال کرتے ہیں، خدا سے بھی زیادہ رتبے دیتے ہیں، قبروں کو عید گاہ میلے ٹھیلے بناتے ہیں حالانکہ یہ جملہ امور شرک وبدعت ہیں۔ اس قسم کے عقیدہ والوں کے پاس نہ تو کوئی آیۃ کریمہ ہے اور نہ کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی قول وفعل نہ ائمہ مجتہدین کا قول وفعل بلکہ نہ الآ الذی نہ الآ الذی یعنی نہ تو اہل حدیث ہیں اور نہ پکے حنفی ہیں بلکہ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یعنی اس قسم کے لوگ جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ اس لیے کہ جانور مرفوع القلم ہیں بے عقل ہیں، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہ حضرت انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کے پھر اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کیا کام جائز ہیں اور کیا کام حرام ہیں

اس لیے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ یعنی پھر لوٹا دیا ہم نے اس انسان کو نیچے سے نیچے والے طبقہ جہنم کے میں کہ جہاں پر کوئی بد سے بد حیوان بھی نہیں جائے گا اس لیے کہ اعمال شرکیہ وکفریہ وبدعیہ کرتا ہے، اللہ ورسول کی شریعت اور احکام کو نہیں معلوم کرتا۔ اس کے متعلق بھی قدرے تفصیل دو نمبر میں آئے گی ان شاء اللہ۔

(۳) اس اعتقاد کے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے اور صرف سوال و جواب کے وقت یا یہ کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہو یہ دونوں دو نمبر کے معتقدین ایک ہی امام کے ماننے والے اور ایک ہی مذہب کے نام لیوا ہیں اور سماع موتی میں ہر فریق دوسرے کا مخالف اور سخت دشمن حتی کہ اسلام کے دائرہ سے ایک دوسرے کو نکالنے والا۔ جو علماء اس امر کے قائل ہیں کہ مردے مطلقاً نہیں سنتے ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے اور جہاں کہیں کلام اللہ یا حدیث رسول اللہ میں اس کا ذکر آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے اس سے مراد سماع قبول یا سماع انتفاع ہے یعنی ایسا سننا کہ جس سے کچھ فائدہ حاصل ہو اس لیے کہ غرغرہ کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ لہٰذا غیر مسلم کو اسلام نفع نہیں دیتا اور مسلم میت، بموجب حدیث اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ کے کسی کے لیے باعث نجات نہیں ہو سکتی نہ دنیوی کام میں نہ اخروی میں۔ اصل غرض عدم سماع سے شارع کی یہی ہے کما هو مصرح فی کتب التفسیر والحدیث چنانچہ اس بات کا فیصلہ خود علمائے حنفیہ سے اس نمبر کی تفصیل میں مذکور ہوگا ان شاء اللہ۔ البتہ اس قسم کے معتقدین اپنے مذہب کی کتابوں کے ضرور پابند ہیں، دگر ہیچ

تفصیل نمبر ۱:

یعنی یہ کہ مردے سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی کسی قسم کی اعانت نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کہ اگر زندہ آدمی ان کے لیے دعا مانگے، ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے یعنی مردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری مطبوعہ محمدی کے ص ۱۸۳ میں ہے حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا

وَعَدَکُمْ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَہٗ تَدْعُوْا اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ یعنی کہا ابن عمرؓ نے جہاں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر (ان کفار کے جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے اور گڑھے میں ڈال دیئے گئے تھے) پس فرمایا (ان کفار کی طرف متوجہ ہو کر) کیا پایا تم نے جو وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے رب نے سچا، پس کہا گیا آپ کے لیے کلام کرتے ہیں آپ مردوں سے۔ فرمایا: آپ نے نہیں ہو تم زیادہ سننے والے ان سے (فرق صرف اتنا ہے) کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

فائدہ: یہ حدیث بڑی پختہ دلیل ہے اس امر پر کہ مردے سنتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد، لیکن سننا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ جیسا دنیا میں سنتے تھے ویسا ہی سنتے ہوں بلکہ اپنے اپنے اعتبار سے سماعت ہے لیکن سماعت ضرور ہے جیسے ایک شخص سخت بیمار ہے کہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکتا اس سے کوئی کہے کہ مجھ کو پانی پلا دے تو وہ بیمار کلام تو سن لے گا مگر اس کو اٹھ کر پانی نہیں پلا سکتا اس لیے کہ خدا نے اس کو سننے کی تو توفیق دے رکھی ہے لیکن اٹھ کر پانی پانے کی طاقت نہیں دی۔ یا مرنے والا آدمی مرتے وقت دوسروں کی حرکات و سکنات، کلام و گفتگو کو سنتا اور معلوم کرتا ہے لیکن خود کچھ نہیں بول سکتا اور نہ کہہ سن سکتا ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں ہے: وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ اَیْ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلَى الْجَوَابِ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى وُجُوْدِ حَيٰوةٍ فِي الْقَبْرِ صَلَحَ مَعَهَا التَّعْذِيْبُ لِاَنَّهٗ بِمَا ثَبَتَ سِمَاعُ اَهْلِ الْقَلِيْبِ كَلَامَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوْبِيْخَهٗ لَهُمْ دَآلٌّ عَلٰى اِدْرَاكِهِمْ بِحَاسَّةِ السَّمْعِ

یعنی اہل قبور جواب دینے پر قادر نہیں اور یہ اس امر پر دال ہے کہ قبر میں حیات ہوتی ہے۔ (مِنْ اَیِّ وَجْهٍ کَانَ) اور اہل قبر عذاب کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے کہ جب اہل قلیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور ڈانٹنا سنتے تھے تو یہ اس امر پر دال ہے کہ ان کے حواس میں سننے کا ادراک بھی تھا۔

اور حاشیہ بخاری مطبوعہ محمدی میں حدیث عائشہؓ کی شرح میں ہے:

قَالَ الْكِرْمَانِيُّ وَكَانَ حَدِيْثُ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَهَا

وَمَذْهَبُهَا يَعْلَمُوْنَ مَا سَمِعُوْا قَبْلَ الْمَوْتِ وَلَا يَسْمَعُوْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنْتَهٰى قَالَ الْعَيْنِيْ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ وَابْنُ حَجَرٍ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ هٰذَا مِنْ عَائِشَةَ رَدٌّ عَلٰى رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ لٰكِنِ الْجُمْهُوْرِ خَالَفُوْهَا وَقَبِلُوْا رِوَايَةَ بْنِ عُمَرَ لِمُوَافَقَةِ مَنْ رَوَاهُ غَيْرُهٗ وَقَالَ السُّهَيْلِيُّ عَائِشَةُ لَمْ تَحْضُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَيْرُهَا مِمَّنْ حَضَرَ اَحْفَظُ لِلَفْظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا الْاٰيَةُ فَاِنَّهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ اَيْ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ يُسْمِعُ وَيَهْدِيْ وَقَالَ ابْنُ التِّيْنِ لَا مُعَارَضَةَ بَيْنَ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ وَالْاٰيَةِ لِاَنَّ الْمَوْتٰى لَا يَسْمَعُوْنَ بِلَا شَكٍّ لٰكِنْ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اِسْمَاعَ مَا لَيْسَ مِنْ شَاْنِهِ السَّمَاعُ لَمْ يَمْتَنِعْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الْاٰيَةَ وَقَوْلِهٖ قَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا الْاٰيَةَ

یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ اس بات کی قائل ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور وہ استدلال میں اس آیت کو پیش کرتی ہیں (اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) وہ اس لیے انکار کرتی ہیں کہ حدیث مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ والی ان کے نزدیک ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور مذہب حضرت عائشہؓ کا یہ تھا کہ اہل قبور جانتے ہیں جو قبل موت سن لیا تھا اور مرنے کے بعد نہیں سنتے (کرمانی) اور عینی اور ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ قول عائشہؓ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے خلاف ہے لیکن جمہور نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے اور ابن عمرؓ کی روایت کو قبول کیا ہے اس لیے کہ ابن عمرؓ کے غیر سے اسی کے مانند مروی ہے اور سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ اس وقت حاضر نہیں تھیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقولہ فرمایا تھا پس غیران عائشہؓ کا جو حاضر تھا وہ زیادہ یادداشت رکھنے والا ہے واسطے روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لیکن آیت (جو خلاف واقع ہوتی ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کا مطلب یہ ہے) مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کیا پس تو سنا سکے گا بہروں کو یا راہ دکھا سکے گا اندھوں کو یعنی اللہ ہی ایسا کر سکتا ہے (اسی طرح اہل قبور کو اللہ ہی سناتا ہے، آپ کے بس کا یہ کام نہیں ہے) اور کہا ابن تین نے نہیں معارضہ ہے درمیان آیت اور حدیث کے اس لیے مردہ میں خود بنفسہ طاقت سننے کی نہیں ہوتی لیکن جب

اللہ پاک کسی کے سنانے کا ارادہ کرتا ہے جس کی شان سے سننا نہیں پایا جاتا تو کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی اور یہی بات صحیح ہے مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کہ ہم نے پیش کیا تھا اس امانت کو (یعنی قرآن کو) اوپر پہاڑوں کے الخ اور مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے فرمایا واسطے اس کے اور زمین کے آجاؤ تم الخ۔

نکتہ یہ تینوں عالم مذہبی ہیں کہ جن کے مذہب میں سماع موتی ثابت نہیں لیکن یہ منصف علماء کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے آگے اپنے تمام ہتھیار باطلہ ڈال دیتے ہیں اور حق امر کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہی حال متاخرین میں سے مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی کا تھا فعفا اللہ عنہم۔ اور یہی بات بعض متقدمین و متاخرین کتب حنفیہ میں پائی جاتی ہے کہ جو بات مذہب حنفیہ کی خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتی ہے اس کی کسی جگہ کھلے لفظوں میں تردید کر دیتے ہیں کہیں اشارہ کر جاتے ہیں، کہیں تحقیق سے کام لیتے ہیں کہیں بوجہ مرض تقلید اس کے خلاف بھی کر جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ خلاف مذہب حنفیہ ہے یعنی ان کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں اس لیے وہ حضرات اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاویل بیجا کرتے ہیں اور اسی طرح ہر وہ حدیث کہ جس میں سماع موتی ثابت ہو کہیں ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہیں معجزہ کی قید لگا دیتے ہیں، کہیں خصوصیت بتا دیتے ہیں کہیں صرف سوال و جواب کے وقت کی قید لگا دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت انصاف اور عدل کی بات یہی ہے کہ یہ سب امور ان کو اس وجہ سے کرنے پڑتے ہیں کہ ان کے مذہب میں سماع موتی جائز نہیں ہے۔

احادیث کو دیکھیں تو اپنے مطلب میں صاف پاویں کہ سماع موتی ثابت ہے۔ ایک موٹی سی بات ہے کہ اس حدیث ابن عمرؓ میں جو علماء حنفیہ خاصہ کی قید لگاتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اس کی دلیل ہم شرعاً پوچھتے ہیں کیا ہے؟ ہم یقیناً کہتے ہیں کہ اس کی دلیل علماء حنفیہ شرع محمدی سے کچھ نہیں دے سکتے اور جو قول عائشہؓ یا آیت وغیرہ سے استدلال کر کے کہتے ہیں اس کا وہ مطلب نہیں جیسا کہ تفصیل نمبر۲ میں معلوم ہوگا ان شاء اللہ یہ ایک روایت صحیح بخاری کی اس امر میں نقل کی گئی ہے باقی صحیح مسلم و ترمذی وغیرہما کی

روایتیں اہل قبور پر سلام کرنے کی آچکی ہیں و نیز ان اہل قبور کے جواب دینے کی۔ اور خفق نعال کی جو روایات طرق کثیرہ صریحہ صحیحہ سے کتب حدیث میں مروی ہیں۔ ان احادیث کی مخصص کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ حنفیہ کرتے ہیں کہ صرف سوال و جواب کے وقت جوتی کی آہٹ معلوم کرتے ہیں پھر نہیں۔ پھر نہیں کے لیے دلیل شرعی چاہیے اور کوئی آیت یا حدیث سوائے رائے یا قیاس کے اس امر میں نہیں ہے اور وہ کسی محقق کے نزدیک مسلم نہیں اور جو علماء حنفیہ ان سلام والی روایتوں کا جواب دیتے ہیں کہ اس سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، یہ بے ثبوت بات ہے۔ سلام تو کیا جائے اہل قبور کا نام لے کر اور جواب دیں فرشتے، آخر اس کے لیے کون سی دلیل شرعی ہے سوائے قیاس و رائے کے جو کسی مسلم کے نزدیک صریح صحیح احادیث کے مقابلہ میں مقبول نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ مسئلہ اپنے بارے میں صاف ہو کر مردے و اہل قبور جتنا خدا چاہتا ہے سنتے ہیں۔ اور جو اس کے متعلق نہ سننے کے قائل ہیں وہ تاویلات بیجا کر کے اصل مطلب بگاڑتے ہیں اور اس کے سمجھنے کے لیے اتنا غور اور درکار ہے کہ ہر مسلم کے نزدیک ان کا ثواب و عذاب مسلّم ہے۔ جب ثواب و عذاب مسلّم ہے تو صرف یہ نزاع رہا کہ آیا روح جسم میں رہتی ہے یا علیحدہ، سو اس میں تفریق ہے۔ بعض کہتے ہیں صرف سوال و جواب کے وقت لوٹائی جاتی ہے پھر مار دیئے جاتے ہیں یعنی روح کا تعلق بالجسم ایسا نہیں رہتا سو یہ کچھ مضر نہیں روح خواہ علیین میں رہے یا سجین میں جب ثواب و عذاب ہوگا اور بدن کو وہ تکلیف محسوس ہوگی تو لازمی امر ہے کہ روح و بدن ہر دو کو اس کا احساس ہوگا اور یہی بات از روئے عقل بھی ہونی چاہیے کہ ثواب روح و بدن دونوں کو ہو اسی طرح عذاب بھی اس لیے کہ دنیا میں کاسب ہر دو تھے اور جملہ جَزَاءً بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بھی اسی کا موید ہے۔

پس جب کہ مسلّم طور پر ثواب و عذاب کے مستحق وہ ہیں اور قیامت تک ثواب و عذاب کے تعلقات کا حس ان کو معلوم ہوتا ہے تو پھر کون سی چیز ان کو اس امر سے مانع ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ دے سکیں یا سماع موتی ثابت نہ ہو باوجودیکہ مسلمہ طور پر منکر و نکیر کے سوال کے وقت مانعین اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ بس فیصلہ ہوا بعد تسلیم کون سی حدیث صحیح ایسی آئی ہے کہ

جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ وہ پھر نہیں سنتا صرف سوال و جواب کے وقت ہی سنتا ہے
حالانکہ احادیث صریحہ صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ سنتا ہے اور اسی واسطے سلام کرنا آیا ہے
اور اس کے جواب دینے کی بھی حدیث آ چکی ہے اور جو علماء بجائے اہل قبور کے فرشتوں کے
جواب دینے کو تسلیم کرتے ہیں وہ بے دلیل بات ہے شریعت کا مسئلہ نہیں، اپنی طرف کا من
گھڑت جواب ہے۔

۱۷...... مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کا عقیدہ، جمال مصطفیٰ ص ۲۰۷ میں لکھتے ہیں:

فرشتے درود پہنچاتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ

''تحقیق اللہ کے کتنے فرشتے ہیں پھرنے والے زمین میں پہنچاتے ہیں مجھ کو میری
امت کی طرف سے سلام۔'' (مشکوۃ شریف)

معلوم ہوا کہ جو تبع سنت شمع رسالت کا پروانہ بڑی محبت اور خلوص سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے، فرشتے اس کو لے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیتے
ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ فرشتے اس کا نام بھی لیتے ہیں مثال کے طور پر
فرشتے حاضر ہو کر یوں عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ عاجز مسکین محمد صادق ابن شمس الدین
سیالکوٹ سے یقرئك السلام خدمت اقدس میں سلام عرض کرتا ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
تُحِبُّ وَتَرْضٰى

۱۸...... مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی لکھتے ہیں:

اسی طرح قرآن مجید میں ہے انك لا تسمع الموتی (تم مردوں کو نہیں سناتے)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سماع موتی کی نفی کی ہے مگر جس وقت یا جس لفظ کو اللہ
تعالیٰ چاہے پہنچا دے اب تخصیص میں مورد پر اقتصار چاہیے حدیث بخاری میں ہے کہ دفن
کے بعد آدمی لوٹتے ہیں تو قبر والا جوتوں کی آواز سنتا ہے یہ وقتی خصوصیت ہے اسی طرح

بعض روایتوں میں ہے سلام کو صاحب قبر سنتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
لیے مروی ہے اگر آپ کی قبر کے پاس درود پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں۔
(الاصلاح حصہ اول ص ۹۱ بار اول مطبوعہ حجازی پریس لاہور، ۱۰ محرم ۱۳۶۰ھ)

نیز لکھتے ہیں: جواب انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی
انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے تنعیم وتعذیب کی صورت ہے۔
حدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح
قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور حدیث مسلم میں ہے
اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری
میں لکھا ہے اس کی سند جید ہے مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے جو مجہول الحال
ہے مگر درود قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں۔

(مولانا حافظ گوندلوی الاعتصام جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۹
ص ۱۲۵ تا ۱۲۶)

۱۹...... مولانا حکیم ایچ صمصام صاحب اپنے ایک نعتیہ کلام جس کا عنوان ہے ''سرشار
ہو چلیے'' میں فرماتے ہیں:

کہاں جد السلام علیکم میں نزدیک روضے دے
سنے خود اپنی کنیں سید الابرار ہو چلیے

(گلدستہ صمصام ص ۱۰، ۱۱، ناشر ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

یہی صمصام صاحب ص ۱۱ پر ایک نظم جس کا عنوان ہے ''ٹھنڈاں پادتیاں'' میں لکھتے ہیں:

کہیا جد السلام علیک ایہا النبی میں نے
آوازاں میریاں رب نے نبی دے کنیں پادتیاں

(گلدستہ صمصام ص ۱۰، ۱۱، ناشر ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

۲۰...... مولانا محمد اعظم صاحب لکھتے ہیں:

''قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدفن رحمۃ للعالمین۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز

دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھ کر پھر قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی ادب اور محبت اور عقیدت سے درود وسلام پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے مَا مِنْ اَحَدٍ یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب اسے لوٹا دیتا ہوں۔

(حج مسنون ص ۵۳، ۵۴، ناشر مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث نزد کیمپ نمبر ۲ فاروق گنج گوجرانوالہ)

۲۱......مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی المتوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء نے حسن البیان ص ۷۲، ۷۳ میں سماع موتی کے مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سماع موتی والی کو ترجیح دی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی تردید کی ہے۔

۲۲......مولانا احمد حسن دہلوی کا حوالہ:

مولانا احمد حسن دہلوی تنقیح الرواۃ اور احسن التفاسیر میں بھی سماع موتی کے نظریہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

۲۳......مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد زاہد مسجد میں رہتا تھا کسی عورت کی نیت بد اس کی طرف ہوئی اور چند روز کی ان تھک کوشش سے اس کو اپنے جال میں پھنسا ہی لیا جب اس کوٹھڑی میں لے جانے کا ارادہ کرتی ہے اس نوجوان کو آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ یاد آتی ہے اور بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ بہت دیر کے بعد جب ہوش آتا ہے تو پھر یہی آیت پڑھ کر اس پر اس قدر خوف طاری ہوتا ہے کہ اس دفعہ بے ہوشی کے عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ رات کا وقت تھا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ لوگوں نے رات ہی میں سپرد خاک کر دیا۔ صبح جب سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو اس کے باپ سے تعزیت و تسکین کر کے مجمع کثیر کے ساتھ اس نوجوان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ کر اس نوجوان کو خطاب کر کے آواز دی اور کہا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ فوراً قبر کے اندر سے آواز آئی مجھے میرے مالک نے وہ دو جنتیں دو دو دفعہ عطا فرمادی ہیں۔ (خطبات محمدی بحوالہ ابن کثیر و ابن

عساکر) فضائل الشیخین باحادیث رسول الثقلین ج ۲ ص ۷۴ (فضائل فاروق) پتہ عاصم اکیڈمی جامع مسجد صدیق اہلحدیث میاں سانسی روڈ محلہ اسلام آباد گوجرانوالہ)

تفسیر ابن کثیر عربی ج ۲ ص ۲۷۹ میں یہ واقعہ حافظ ابن کثیر نے حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے حوالہ سے اسی آیت مذکورہ کے تحت نقل کیا ہے۔ یہ آیت سورۃ اعراف آیت نمبر ۲۰۱ پارہ نمبر ۹ میں آتی ہے۔

۲۳......مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری دوسرا حوالہ:

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں:

صاحب شمس التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیماری پرسی کو گئے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! تم ہی مجھے غسل دینا اور تم ہی کفن پہنانا اس سے فارغ ہو کر میرا جنازہ روضہ اطہر کے پاس دروازہ پر لے جانا اگر دروازہ خود بخود کھل جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ہدایت کے مطابق ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ روضہ مطہرہ اقدسہ کے دروازہ پر رکھ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کا یارِ غار ابوبکر آپ کے جوار میں دفن ہونے کا امیدوار ہے اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور یہ آواز آئی ادخلوہ وادفنوہ کرامۃ اس کو داخل کرو اور عزت سے دفن کرو۔

(فضائل الشیخین ج ۱ ص ۱۱۲ فضائل صدیق)

نوٹ: یہ واقعہ فتاویٰ عزیزی میں اس طرح آتا ہے۔

پس شنیدم گوینده را که میگوید داخل کنید محبوب را بسوئے محبوب (واقعہ دفن صدیق اکبر در روضہ مطہرہ) فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۶۹)

"پس بولنے والے کو میں نے سنا کہ کہہ رہا تھا داخل کرو محبوب کو اپنے محبوب کی طرف۔"

اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیا ہے:

تفسیر کبیر سورۃ کہف میں ہے اُدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (دوست کو دوست کی

طرف داخل کرو۔) (ماخوذ ضرب المہند ص ۱۳۷ تا ۱۶۹ از ترمیم و اضافے کے ساتھ)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

۲۴......قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حى بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته وان الانبياء لايبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتىٰ. الى ان قال وورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون وان الحيوٰة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى وفى صحيح مسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال مررت بموسىٰ ليلة اسرىٰ بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره انتهىٰ.

(نيل الاوطار جلد۳ ص۲٦٤ طبع مصر)

بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کے طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے حالانکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مردوں کے لیے ثابت ہے (پھر آگے کہا) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے کیوں متعلق نہ ہوگی اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

قاضی شوکانی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ وہ شہدا کی حیات جسمانی کو تسلیم

کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی زندگی بطریق اولیٰ جسمانی ہے کیوں کہ ان کے اجسام طیبہ اپنی حالت پر رہتے ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی وفات تو ہوتی ہے لیکن وہ اس کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

انه صلى الله عليه وآله وسلم حىّ فى قبره بعد موته كما فى حديث الانبياء احياء فى قبورهم وقد صححه البيهقى والف فى ذٰلك جزءً ا قال الاستاذ ابو منصور البغدادى قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله عليه وآله وسلم حىّ بعد وفاته انتهىٰ ويؤيد ذٰلك ما ثبت ان الشهدآء احياء يرزقون فى قبورهم والنبى صلى الله عليه وآله وسلم منهم اهـ

(نيل الاوطار ج۵ ص۱۰۱ طبع مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے استاذ ابو منصور البغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں محقق متکلمین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں ان کا بیان ختم ہوا اور اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور قبروں میں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہیں۔

پہلے صحیح روایت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید تھے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نظر اور دلالۃ النص کی دلیل سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے، اور قرآن کریم کی نص سے شہداء کی زندگی ثابت ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بھی ثابت ہے کہ آپ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

۲۵......عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

والذى نعتقد ان رتبة نبينا صلى الله عليه وسلم اعلىٰ مراتب المخلوقين على الاطلاق وانه حى فى قبره حيوٰة مستقرة ابلغ من حيات

الشهداء المنصوص علیها فی التنزیل اذ هو افضل منهم بلا ریب و انه یسمع من یسلم علیه (بحواله اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ طبع کانپور)

جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر (عند القبر) سلام کہتا ہے، آپ اس کو سنتے ہیں۔

اس سے بھی آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ اپنے وقت میں علماء نجد کے وکیل اعظم اپنی جماعت کا یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات شہداء کی منصوص حیات سے اعلیٰ و ارفع ہے نواب صدیق حسن خان صاحب کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ جملہ اموات کے لیے ادراک و شعور اور سماع وغیرہ ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اوصاف سب کے لیے ثابت ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

۲۶...... غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (المتوفی ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ص ۵۵ ضمیمہ) اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب کی وجہ سے ہندوستان میں غیر مقلدین حضرات کو اپنے مقام پر کتنی تقویت اور تائید حاصل ہوئی بلکہ انہی کی بدولت ان میں اہل علم، صاحب قلم مدرس اور مصنف قسم کے علماء پیدا ہوئے ہیں اور جن کی کتاب معیار الحق غیر مقلدین حضرات کے ہاں بڑی مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ حضرت میاں صاحب نے اس عبارت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنی اپنی قبر میں حیات کے علاوہ یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند القبر سلام

کہنے والوں کا سلام بنفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے درود شریف آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔

۲۷...... مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

ان الانبیاء فی قبورهم احیاء (عون المعبود جلد۱ ص ۴۰۶)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۸...... غیر مقلد عالم مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہری پوری لکھتے ہیں کہ:

کل پیغمبروں کے جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں اہل حدیث کا یہی اعتقاد ہے۔ (رسالہ درود شریف ص ۱۶)

۲۹...... محدث مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ:

محققین کی جماعت کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرقد میں زندہ ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ امت کی اطاعت کی خبر پاکر خوش ہوتے ہیں۔ (اسلام کی چودھویں کتاب ص ۴۵)

۳۰...... مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف لکھتے ہیں کہ:

انهم احیاء فی قبورهم یصلون و قد قال النبی صلی الله علیه وسلم من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علیّ نائیا بلغته

(التعلیقات السلفیه علی سنن النسائی ج۱ ص ۲۳۷)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو وہ مجھے (بذریعہ ملائکہ) پہنچایا جاتا ہے۔

۳۱...... علماء نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

امام الکلام علیٰ حیوٰة النبی صلی الله علیه وسلم فاعتقادنا فی ذٰلک

اعتقاد سلف الامة ائمتنا وهم الاسوة وهی انه صلى الله عليه وسلم قبض ودفن و زالت عند الحیٰوة الدنيا الیٰ قوله واما حیٰوة البرزخ فهو حی الحیٰوة البرزخية وكذا الشهداء فلو كان حيا حیٰوة دنيوية لرفعو اليه الامر فيما جرى بينهم اھ (الدرر السنية فى الاجوبة النجدية جلد١ ص٢٦٠ طبع مصر)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے بارے میں ہمارا وہی اعتقاد ہے جو سلف امت اور ہمارے ائمہ کا اعتقاد ہے اور وہی اس میں ہمارے مقتدا ہیں وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اور آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی دنیوی زندگی ختم ہوگئی ہے (پھر آگے کہا) اور بہرحال برزخی زندگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت ہے، اور آپ حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور ایسے ہی شہدا بھی زندہ ہیں، اگر آپ کی زندگی دنیا کی زندگی ہوتی تو اختلافی امور میں سلف آپ کی طرف مراجعت کرتے۔

یعنی دنیوی تکلیفی اور حسی زندگی آپ کی ختم ہوچکی ہے لیکن برزخی زندگی آپ کی ثابت ہے نیز علماء نجد نے کہا ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ رتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مخلوق کے مراتب سے اعلیٰ ہے وہ اپنی قبر میں حیاتِ برزخیہ سے زندہ ہیں جو کہ حیاتِ شہدا سے افضل واکمل ہے اور سلام کہنے والے کا آپ سلام سنتے ہیں۔

(الهدية السنية والتحفة الوهابية النجدية ص٤٧ طبع مصر)

محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نجدی اور ان کے پیروکار مسلکاً حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر واشاعت کرتے ہیں محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ باوجود مقلد اور حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور توحید و سنت کے خوب داعی تھے ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہوچکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو گئے اور علامی شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ

وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے و للتفصیل مقام آخر انگریز نے اپنی سیاسی بقاء کے لیے ان کو بہت بدنام کیا اور ہندوستان کے اہل بدعت نے ان کے بدنام کرنے میں خوب خوب حصہ لیا اور جنگ آزادی میں شریک مجاہدین اسلام کو وہابیت کے بے خطا ہتھیار سے ان ظالموں نے گھائل کیا۔

٣٢..... مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر اصحاب الرائے واہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں برزخ میں وہ عبادات تسبیح وتہلیل فرماتے ہیں الی قولہ انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ٢٧)

٣٣..... علامہ ابن عابدین الشامی کے تلمیذ اور علماء نجد کے مسلک کے روح رواں الشیخ محمد بن السید درویش رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ١٢٧٦ھ) لکھتے ہیں:

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی ہے (حسی ہونے میں) حیات دنیوی کے مشابہ نہیں ہے اور نہ وہ نیند کے مشابہ ہے اور نہ وہ باقی مخلوق کی حیات کی طرح ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجسام مبارکہ کو بوسیدہ ہونے اور فنا ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اور ان پر ان کے ارواح کی روشنی بعض اوقات محفوظ طریقہ سے لوٹاتا ہے۔ کسی مقصد کے لیے اور بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں مثلاً ایک یہ ہے کہ امت کی طرف سے صلوٰۃ و سلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے اور مثلاً بعض احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک لوٹاتا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیں اور مثلاً بعض میں آتا ہے جس نے دور سے سلام کہا اس کو فرشتے پہنچاتے ہیں اور جس نے قریب سے سلام کہا تو اس کو آپ خود سنتے ہیں اور مثلاً بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے گا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مرنے کے بعد) بوسیدہ ہو جائیں گے (معاذ اللہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے تو یہ سب احادیث آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی اور دیگر تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں لیکن اسی
طرح جس طرح بیان ہوا نہ جیسا کہ ہماری (حسی اور تکلیفی) زندگی ہے کیوں کہ جب آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اموات کی طرح تھے کہ روح
مبارک جسم اطہر میں نہ تھی اور جسم سے خارج ہوگئی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہماری
(محسوس اور تکلیفی) زندگی کی طرح ہوتی تو جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافت کے
مسئلہ پر اختلاف کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے اس سلسلہ میں خطاب فرماتے الخ
(اسنی المطالب ص ۲۹۸ فی احادیث مختصر المراتب طبع مصر)

تسکین الصدور میں بھی بقدر ضرورت اس کی بحث موجود ہے کہ جو حضرات اس حیات
کو جسمانی اور دنیوی کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ روح مبارک کا اسی جسم اطہر سے تعلق ہوتا
ہے جو دنیا میں تھا اور جو حضرات اس کو برزخی کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حیات اہل دنیا
کے لیے محسوس نہیں ہے اور اسی کو علماء عقائد نوع من الحیاۃ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اس پر
دونوں فریق متفق ہیں کہ دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے اور
نزدیک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اس میں
حیات جسمانی یا حیات برزخی سے تعبیر کرنے والوں میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ رہا
موصوف کا یہ کہنا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہماری زندگی کی طرح ہوتی تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلافت کے مسئلہ کا اختلاف رفع فرما دیتے اور
ان سے خطاب فرماتے تو اس میں کلام ہے۔

نمبر۱...... اولاً: اس لیے کہ مسئلہ خلافت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ ہوا تھا وہ اختلاف سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا تھا۔

نمبر۲...... ثانیاً: جمہور علماء کی تحقیق کے رو سے روح کا اعادہ قبر میں ہوتا ہے پہلے نہیں
ہوتا اور بات بھی حیات فی القبر کی ہو رہی ہے۔

نمبر۳...... ثالثاً: امت کے جملہ اختلافات ونزاعات کا فیصلہ آپ اپنی تکلیفی زندگی میں
کرتے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ان اختلافات کا رفع کرنا زندہ

اور مکلف امت کے کندھے پر ڈال دیا گیا آپ پر ان کا رفع کرنا باقی نہ رہا۔

موصوف باوجود نجدی ذہن رکھنے کے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

**ثم ان كثيرًا من الصالحين يقول انه يرى النبى صلى الله عليه وآله
وسلم يقظةً ولا ينكر هذا منهم وانما هى رؤية روحانية لا جسمانية
ولذالك يراه البعض دون البعض فى المكان الواحد ولو كان بجسمه لرأه
كل احد لان رؤية الجسم لا تتوقف على صلاح وتقوىٰ بل رأه الكفار فى
حياته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وشرار الخلق وخيارهم الخ (ص ۲۹۹)**

پھر بہت سے نیک لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
بیداری میں دیکھا ہے اور ان سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ یہ روحانی رؤیت ہے
جسمانی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی جگہ میں بعض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہیں
اور بعض نہیں دیکھتے اگر یہ رؤیت جسمانی ہوتی تو ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا
کیوں کہ جسم کو دیکھنا صلاح اور تقویٰ پر موقوف نہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے
تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافر بد اور نیک سبھی دیکھتے تھے۔

موصوف کا یہ کہنا کہ یہ رؤیت روحانی ہے جسمانی نہیں اس میں بھی کلام ہے کیوں کہ یہ
رؤیت روحانی بھی نہیں ہوتی صرف مثالی ہوتی ہے (اور یہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرادیں مانگنے والے مغالطہ
میں پڑے ہیں جس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے جس بزرگ کی مثال ہوتی ہے اس
کو علم تک نہیں ہوتا کہ ہماری مثال کہاں گئی؟ کیا کر آئی؟ اور کیا کہہ آئی؟ اس کی بقدر
ضرورت بحوالہ بحث ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ تفریح الخواطر میں کر دی ہے۔)

چنانچہ علامہ احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

**فما رأه من الشكل ليس هو روح المصطفىٰ ولا شخصه بل هو مثال لهٗ
على التحقيق (المواهب اللدنيه مع الشرح للزرقانى جلده ص ۲۹۳)**

دیکھنے والا جو شکل مبارک دیکھتا ہے تو وہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح

مبارک ہوتی ہے اور نہ جسم اطہر بلکہ تحقیق کے رو سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ہوتی ہے۔

اور خود موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک واضح عبارت اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

ومن ذلك ما وقع لسيدنا الرفاعي رضي الله عنه حين زار النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانشد عند الحجرة الشريفة البيتين المشهورين وهما

في حالة البعد روحي كنت ارسلها
تقبل الارض عني وهي نائبتي
وهٰذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

فمثلت له اليد الشريفته و قبلها والخبر المذكور مشهور من قبل الامام المذكور اهـ (اسنى المطالب ص٢٩٩، ٣٠٠)

اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی وہ ہے جو ہمارے سردار سید (احمد) الرفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے واقع ہوئی جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور حجرہ شریف کے پاس یہ دو مشہور شعر پڑھے۔

دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا زمین مجھ سے قبول کرتی اور وہ میری نائب تھی اور یہ (امثال و) اشباح کی دولت ہے جو بلاشبہ حاضر ہے پس اپنا دایا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میرے ہونٹ لطف اندوز ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک مثالی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہوا اور انہوں نے اس کو بوسہ دیا اور یہ خبر امام سید احمد رفاعی کی طرف سے مشہور ہے۔

پہلے تو معجزہ اور کرامت خرقِ عادت فعل کا نام ہے اور پھر ہو بھی مثالی طور پر تو اس کے ماننے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر کوئی شخص مشہور امور کو بھی تسلیم نہ کرے اور صرف اپنی عقل پر اعتماد کرتا رہے تو اس کا معاملہ ہی الگ ہے۔

۳۴..... مشہور غیر مقلد عالم محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی (المتوفی ۱۱۸۲ھ) اپنے مناسک الحج میں لکھتے ہیں:

وسلم عليه والوزيرين عندهٗ
وزره كما زرنا لنحصد عقباهٗ
وبلغه عنا لا عدمت سلامنا
فانت رسول للرسول بعثناه
من كان منّا مبلغًا لسلامنا
فانا بمبلاغ السلام سبقناه

(مناسك الحج والعمرة ص ٨٧ طبع مصر)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دو وزیروں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو سلام کہہ..... اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر جیسا کہ ہم نے کی تا کہ ہم عقبیٰ کی کھیتی کو کاٹ سکیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارا سلام پہنچا دے تجھے اللہ تعالیٰ سلامت رکھے......

سو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہمارا قاصد ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے۔

اور جو شخص ہمارا اسلام پہنچائے گا...... پس بے شک ہم سلام پہنچانے میں اس پر سبقت لے گئے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، مورخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

واللفظ للاول

وعن سليمان بن سحيم رأيت النبي صلى الله عليه تعالىٰ عليه وسلم في النوم فقلت يا رسول الله هؤلاء الذين يأتوك فيسلمون عليك اتفقه سلامهم قال نعم وارد (الشفا ج٢ ص٦٤، وشفا السقام ص٣٨ وكتاب الروح ص١٣ ووفاء الوفاء ج٢ ص٤٠٥ والقول البديع ص١٢٠)

سلیمان بن سحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ یارسول اللہ یہ لوگ جو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اور میں ان کو جواب بھی دیتا ہوں۔

مؤلف شفاء الصدور ص ۸۶ میں اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ خواب ہے اور خواب شرعاً حجت نہیں پھر اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الرجال ہے تقریب ص ۲۲۸ میں ہے۔ صدوق ربما اخطأ ولینۂ ابو حاتم (محصلہ) الجواب بلاشبہ نرے خواب پر دین کے بارے اعتماد نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ خواب ان صحیح احادیث کے عین مطابق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں اور عبدالرحمٰن بن ابی الرجال کو امام احمد، ابن معین، مفضل غلابی اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہم ثقہ کہتے ہیں اور ابوداؤد ان کو لیس بہ بأس کہتے ہیں اور ابوزرعہ ان کو اشبہ (یعنی ثقہ راویوں کے مشابہ) کہتے ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی طرح ہیں اور ابن حبان ان کو کتاب الثقات میں لکھتے ہیں اور کہتے ہیں ربما اخطأ (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۱۶۹) جمہور کی توثیق کے بعد صرف ربما اخطأ کے جملہ سے ان کو ضعیف قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ویسے کون راوی ایسا ہے جس سے کبھی بھی خطا اور وہم نہ ہوا ہو الا من شاء اللہ تعالٰی والعصمة بیده

اس سے معلوم ہوا کہ علماء نجد کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا جسدِ اطہر سے ایسا تعلق اور اتصال ہے جس کے سبب عند القبر سلام کہنے والے کا سلام آپ خود سن لیتے ہیں، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء نجد بھی آپ کی حیات برزخی کے قائل ہیں اور دور دراز سے قاصد کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تک سلام پہنچانے کے بھی قائل ہیں۔

۳۵...... مولانا عبدالغفور صاحب غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کہ تو معلوم ہوا کہ کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح و سالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود یا سلام بھیجے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے

درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں، اہلحدیث کا یہی اعتقاد ہے اگر چہ یہ زندگی دنیا کی سی نہیں جس میں کھانے پینے کا احتیاج ہو اور شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو نیل الاوطار میں بہت عمدہ لکھا ہے۔ اھ (ترجمہ مشکوٰۃ جلد ا ص ۱۰۴ باب الجمعہ)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ علماء کرام جہاں دنیا کی زندگی کی نفی کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دنیوی کھانے اور پینے کی حاجت نہیں ہوتی نہ یہ کہ روح کا جسم سے تعلق اور اتصال اور اس کی وجہ سے ادراک و شعور اور قوت سماع نہیں ہوتی کیوں کہ یہ امور تو بہر حال ثابت ہیں اور ان کا انکار نرا مکابرہ اور سینہ زوری ہے۔

الغرض ذمہ دار غیر مقلدین حضرات بھی جملہ مقلدین حضرات کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور اور برزخ میں زندہ ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور امام بیہقی وغیرہ نے اس مسئلہ پر صرف باب ہی قائم نہیں کیا بلکہ مستقل رسالہ اور کتاب لکھ کر اس کو اجاگر کیا ہے اور اسی طرح دیگر کتب حدیث، شروح حدیث اور کتب فقہ و سیر وغیرہ میں اس مسئلہ پر خاصا مواد اور دلائل موجود ہیں جن سے انصاف و دیانت کی دنیا میں علمی طور پر اغماض اور اعراض نہیں کیا جا سکتا۔

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۶۲ تا ۲۷۱)

مسئلہ سماع موتی کے بارے میں آیاتِ مبارکہ

یہ آیات اس لیے درج کی جا رہی ہیں کہ بعض لوگ سماع موتی کے مسئلے میں بعض آیات سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

آیت نمبر۱:

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ○

بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے۔ (پارہ نمبر۱ سورۃ البقرہ، آیت نمبر۱۸)

آیت نمبر۲:

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے پھر نہ تو ان کے کان ہی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں ہی کام آئیں اور نہ ان کے دل ہی کچھ کام آئے کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے اور جس عذاب کا وہ ٹھٹھا اڑایا کرتے تھے ان پر آن پڑا۔

(پارہ نمبر۲۶، سورۃ الاحقاف آیت نمبر۲۶)

آیت نمبر۳:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○

اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔

(پارہ نمبر۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر۱۷۹)

آیت نمبر۴:

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○

کیا ان لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں اور ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ نہیں سنتے۔ (پارہ نمبر۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر۱۰۰)

آیت نمبر۵:

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○

کہ جس کی آیتیں عربی زبان میں علم والوں کے لیے واضح ہیں خوشخبری دینے والی ڈرانے والی ہے پھر ان میں سے اکثر نے تو منہ ہی پھیر لیا پھر وہ سنتے بھی نہیں۔

(پارہ نمبر۲۴، سورۃ حٰم السجدہ، آیت نمبر۳،۴)

آیت نمبر۶:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔

(پارہ نمبر۹، سورۃ الانفال آیت نمبر۲۱)

آیت نمبر۷:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے۔

(پارہ نمبر۲۱، سورۃ لقمان، آیت نمبر۷)

آیت نمبر۸:

يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ○

جو آیات الٰہی سنتا ہے جو اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ناحق تکبر کی وجہ سے اصرار کرتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں پس اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

(پارہ نمبر۲۵، سورۃ الجاثیہ آیت نمبر۸)

آیت نمبر۹:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا○

یا تو خیال کرتا ہے کہ اکثر ان میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (پارہ نمبر۱۹، سورۃ الفرقان آیت نمبر۴۴)

آیت نمبر۱۰:

وَمَا اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ○

اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی دور کر کے ہدایت کر سکتا ہے تو ان ہی کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔

(پارہ نمبر۲۰، سورۃ النمل، آیت نمبر۸۱، پارہ نمبر۲۱، سورۃ الروم، آیت نمبر۵۳)

آیت نمبر۱۱:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِىْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

(پارہ نمبر۲۹، سورۃ الملک، آیت نمبر۱۰)

وجہ تالیف انتصار الحق

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی ؒ نے جب حنفی مسلک چھوڑا اور کھل کر اپنے اصلی روپ میں آئے تو نواب قطب الدین محدث دہلوی حنفی ؒ نے مسئلہ تقلید اور دوسرے مسائل پر ایک کتاب تنویر الحق لکھی۔

نواب محمد قطب الدین ؒ لکھتے ہیں:

لا مذہبوں نے نہ مانا اور لا مذہبی میں زیادہ مصر ہوئے اور نشست و برخاست سید صاحب (کے) پاس زیادہ رکھنے لگے اور سید صاحب کو ایسا ورغلایا اور اپنے ساتھ سانٹھا کہ سید بھی ان کی ممنونی ومشکوری میں لٹو بن کر ان کی حمایت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو بیس بائیس برس سے ایسا ہی تھا، پر کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا کروں مجھ کو تو یونہی سوجھتی ہے۔

تب فقیر نے مسنون استخارہ کے بعد دو رسالے ایک تنویر الحق اور دوسرا توفیر الحق لکھا۔

(مقدمہ تحفۃ العرب والعجم ص۶،۷)

تنویر الحق:

اس وقت تنویر الحق کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے اس کے ۲۶×۲۰/۸ سائز کے ۱۱۲ صفحات ہیں اس کے صفحہ اول پر یہ تاریخ درج ہے۔ بتاریخ ہفتم ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۳ ہجری، یوم یک شنبہ اور آخری صفحہ پر بھی یہ ہی سن درج ہے۔ تنویر الحق کے دو باب ہیں پہلے باب میں مسئلہ تقلید بیان کیا ہے اور دوسرے باب میں چودہ مسئلے بیان کیے ہیں۔ پہلا مسئلہ بحث قلتین، دوسرا مسئلہ نماز فجر روشنی میں ادا کرنا، تیسرا مسئلہ نماز ظہر کا وقت، چوتھا مسئلہ آخری وقت ظہر، پانچواں مسئلہ جمع بین الصلاتین، چھٹا مسئلہ رفع یدین، ساتواں مسئلہ بسم اللہ ہر سورہ کا جز ہے یا نہیں۔ آٹھواں مسئلہ بسم اللہ مخفی پڑھنا، نواں مسئلہ قرأۃ خلف الامام، دسواں مسئلہ جہری نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، گیارہواں مسئلہ سری نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، بارہواں مسئلہ آمین آہستہ کہنا، تیرہواں مسئلہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، چودہواں مسئلہ تین رکعات وتر۔ یہ نسخہ مطبع محمدی کا مطبوعہ ہے۔

ضروری وضاحت:

غیر مقلدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ تنویر الحق شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحق الصریح اور تنویر العینین کے رد میں لکھی گئی تھی۔

جواب:

یہ بات بالکل غلط ہے۔ جن حضرات نے شاہ اسماعیل شہید کی یہ دونوں کتابیں پڑھیں ہیں اور پھر تنویر الحق بھی پڑھی ہو وہ تو یہ بات بالکل نہیں کہہ سکتا یہ صرف ایک دھوکہ ہے جو عوام کو دیا جاتا ہے تا کہ عوام یہ خیال کریں کہ نواب قطب الدین شاہ صاحب کے مخالف تھے۔ تنویر الحق میں کہیں بھی شاہ صاحب کا رد موجود نہیں بلکہ شاہ صاحب کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کیا ہے اور اپنی تائید میں ان کی کتابوں کے اقتباسات نقل کیے ہیں۔ نواب صاحب تنویر الحق کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں: چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ یہ کتاب اصل میں مولوی محمد شاہ پنجابی کی ہے اور نواب قطب الدین کے نام سے شائع کردی ہے۔

جواب:

خود نواب قطب الدین صاحب منصف تنویر الحق کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ میں نے دو رسالے لکھے۔ جب آدمی خود اقرار کرے کہ یہ تحریر میں نے لکھی ہے۔ پھر بھی یہ کہنا کہ ان کے نہیں خالص جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

معیار الحق:

تنویر الحق کی اشاعت کے تقریباً کچھ عرصہ بعد مولانا مولوی نذیر حسین صاحب نے معیار الحق تصنیف کی۔ معیار الحق کیا ہے اس کا اندازہ تو انتصار الحق کے مطالعہ سے ہی ہوگا مگر ہم یہاں پر معیار الحق کے بارے میں چند باتیں ذکر کرتے ہیں جن سے مولانا نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی قلعی کھلتی ہے۔

(۱)...... میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے تنویر الحق کا جواب لکھنا شروع کیا لیکن اپنے میں اتنی استعداد کہاں تھی۔ اس لیے محمد حسین نو مسلم کو ساتھ ملایا۔ دیکھیے مدار الحق ص ۵۸ اور محمد

حسین بٹالوی تو اس کو اپنی کتاب ہی کہتا تھا۔ دیکھیے اشاعۃ السنہ ص ۳۳۶، ۳۳۷ ج ۲۲)

(۲)...... میاں صاحب کی علمی استعداد کا یہ حال ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف القول السدید کو منسوب کر دیا۔ ص ۵۳

(۳)...... ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرار دے دیا۔

(۴، ۵، ۶، ۷)...... امام ابن خلکان، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، علامہ ابن طاہر رحمہم اللہ کی عبارات میں ایسی قطع و برید کی کہ گویا یہ حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو تابعی نہیں مانتے حالانکہ یہ سب امام صاحب کی تابعیت کے قائل ہیں۔

(۸)...... میاں صاحب لکھتے ہیں کہ قتادہ نے سائل سے کہا کہ محمد بن اسماعیل (بخاری) کو امام احمد سمجھ لے۔ معیار الحق ص ۲۶ جب کہ امام بخاری حضرت قتادہ کی وفات کے ۶۷ سال بعد پیدا ہوئے اور امام احمد قتادہ کی وفات سے ۴۲ سال بعد پیدا ہوئے۔

(۹، ۱۰، ۱۱)...... اسماء الرجال کے بارہ میں استعداد کا یہ حال تھا کہ ایک حدیث جس کا راوی سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کا اجماعی شیخ تھا اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے اس راوی کو سلیمان بن ارقم قرار دے دیا۔ (ص ۲۲۵) اور خالد بن حارث کو خالد بن مخلد قرار دے دیا اور ایک حدیث کا انکار کرنے کے لیے اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ (ص ۲۳۴) اور ص ۲۱۹ پر حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ سار میلین او ثلاثہ اور ترجمہ کیا ہے دو تین کوس مسافت چلیں۔ حالانکہ ایک کوس تین میل کا ہوتا ہے۔ افسوس اس کم استعداد پر بھی ان کو شیخ الکل کہا جاتا ہے۔

معیار الحق شائع ہونے کے بعد اس کے تین جواب سامنے آئے۔

(۱)...... انتصار الحق مصنف مولانا ارشاد حسین رامپوری

(۲)...... مدار الحق مصنف مولانا محمد شاہ پنجابی

یہ دونوں کتابیں لاہور سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۳)...... تنقید السدید فی بیان التقلید مصنف مولانا سدید الدین دہلوی بن مولانا رشید الدین دہلوی۔ یہ کتاب مدرسہ نصرۃ العلوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ احقر نے

مکمل پڑھی ہے۔

غیر مقلدین کی طرف سے ہماری معلومات کے مطابق تنقید السدید اور مدار الحق کا تو کوئی جواب منظر عام پر نہیں آیا۔ البتہ انتصار الحق کے چھوٹے چھوٹے تین جواب شائع ہوئے تھے ہم ہر شخص کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ انتصار الحق کا مطالعہ بھی کریں اور اس کے تینوں جواب بھی پڑھیں۔ ان شاء اللہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ مگر انصاف شرط ہے۔

(از سید مشتاق علی)

سیفِ محمدی
پر
ایک نظر

اس رسالہ میں مشہور غیر مقلد عالمِ دین حضرت مولانا محمد بن ابراہیم میمن جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ان پچاس اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جو انہوں نے فقہ حنفی کی کتاب درِ مختار پر کیے تھے۔

جمع و ترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی سید عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/سی کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان
فون نمبر: 0333-8182910

نام کتاب .... سیف محمدی پر ایک نظر

جمع وترتیب .... پیر جی سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ .... ماہیر گرافکس 0333-8276791

ٹائٹل .... حافظ مجاہد

صفحات 48

تاریخ طبع اول .... مئی 2018ء

ملنے کے پتے

1......پیر جی عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 گوجرانوالہ

2......مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

3......مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ عقب شیرانوالہ باغ

4......مکتبہ اہل سنت والجماعت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی سرگودھا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراض نمبر ۱:

ولا عند وطی بهيمة ”یعنی جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے نہ تو غسل آتا ہے، نہ وضو ٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔“ (درمختار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد اول ص ۱۲۲)

(سیفِ محمدی ص ۷۱ مطبوعہ مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کیا کہ بوجہ فقدان دلیل وجوب غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو ”احوط“ فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی، پانی سے ہے۔ یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو نسخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری اس کو نسخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کس منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے۔ جیسا کہ حدیث مسلمؒ سے ظاہر ہے لیکن خروج منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوبت حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادۃً مشتہی ہو جب کہ خروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سببیت ناقص ہوئی۔ خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے۔ جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہوا تو بدونِ انزال کمال لذت

نہیں۔اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں حضرات فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیے۔ہم ان پر الٹا طعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

ایک شبہ:

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعلی کرنا جائز ہے اور اس کی سزا کوئی نہیں۔معاذ اللہ، فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔من شاء فلینظر

اعتراض نمبر۲:

درمختار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد اول میں ہے او میتہ یعنی اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ غسل لازم ہوتا ہے، جب تک انزال نہ ہو۔

(سیفِ محمدی ص ۲۱)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے برخلاف اگر کسی کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کرے۔

یہاں بھی خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتہی نہیں۔اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

اعتراض نمبر۳:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۲ میں ہے او صغیرة غیر مشتهاة "یعنی اسی طرح نابالغ غیر خواہش مند لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے وضو جائے نہ غسل آئے جب تک انزال نہ ہو۔

(سیفِ محمدی ص ۲۲)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ ایڈیٹر محمدی کا یہ بہتان ہے جو اس نے یہاں لفظ زنا زیادہ کر دیا۔

درمختار کے الفاظ یہ ہیں: او صغیرة غیر مشتهاة کیا صغیرہ غیر مشتہات اجنبی عورت ہی ہو سکتی ہے؟ اپنی بیوی نہیں ہو سکتی؟ کس قدر بے باکی ہے کہ عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے اپنی طرف سے لفظ زنا داخل کر دیا۔

اس مسئلہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

والصحیح انه اذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرة ولم یفضها فهی ممن تجامع فیجب الغسل.

بحر الرائق جلد ا ص ۶۰ میں ہے:

وقد حکی عن السراج الوهاج خلافا لو وطی الصغیرة التی لا تشتهی فمنهم من قال یجب مطلقًا ومن عم من قال لا یجب مطلقًا والصحیح انه اذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرة ولم یفضها فهی ممن تجامع فیجب الغسل.

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ویلزم بوطی صغیرة لا تشتهی ولم یفضها لانها صارت ممن تجامع فی الصحیح.

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

هذا هو الصحیح

یعنی صغیرہ غیر مشتہاۃ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

پس معترض کی آنکھوں پر اگر تعصب کی عینک نہ ہوتی تو اسے فقہاء کی یہ تصریحات نظر آ جاتیں۔پھر ایسا نہ لکھتا۔

اعتراض نمبر۴:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۳ میں ہے **رطوبتہ الفرج طاھرۃ عندہ** یعنی امام صاحب کے نزدیک عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۲۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کاش آپ نے اس کے نجس ہونے پر کوئی آیت یا حدیث لکھی ہوتی۔ اگر کوئی نہیں تو شوکانی کا یہ قول آپ کو یاد ہونا چاہیے۔ **والاصل الطھارۃ** کہ اصل طہارت ہے یعنی جب تک کسی چیز کی نجاست پر کوئی دلیل نہ ہو وہ چیز پاک ہوتی ہے۔ اس پر نجاست کا حکم لگانا درست نہیں۔

مولوی وحید الزمان نے نزل الابرار من فقہ النبی المختار لکھ کر وہابیوں پر احسان کیا ہے وہ اس کتاب کی پہلی جلد ص ۴۹ میں رطوبت فرج کو پاک لکھتا ہے۔ اگر وحید الزمان پر کچھ اعتراض ہو تو سنیے!

علامہ نووی شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

قد استدل جماعۃ من العلماء بھذا الحدیث علی طھارۃ رطوبۃ فرج المرأۃ وفیھا خلاف مشھور عندنا و عند غیرنا والاظھر طھارتھا.

فرمائیے! اب تو آپ کے گھر کا مسئلہ نکل آیا۔ علامہ نووی رطوبت فرج کی طہارت کو اظہر فرماتے ہیں۔

اسی شرح مسلم ص ۱۵۵ میں نووی لکھتے ہیں:

ھذا ھو الاصح عند اکثر اصحابنا

ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث ۱۶ رجولائی ۱۹۰۹ء میں لکھتے ہیں:

رطوبت مثل مذی ہے اور مذی سے بموجب حدیث شریف وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ اس کی ناپاکی کا ثبوت نہیں۔ دھو ڈالے تو افضل ہے۔

فرمائیے! یہ گواہی تو آپ کے اپنے گھر سے ہے۔ تو کیا اب بھی آپ اس مسئلہ کو حیا

سوز اور شرمناک لکھیں گے؟ فقہاء پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے!

اعتراض نمبر۵:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۳ میں ہے **لو اتی عذراء ولم یزل عذرتھا** یعنی اگر کسی باکرہ عورت کے پاس جائے اور اس کا بکر زائل نہ ہو تو اس پر بھی غسل نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۲۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ درمختار میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے۔

فانھا تمنع التقاء الختانین

کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے مانع ہے۔ فرج میں دخول حشفہ ممکن نہیں۔ تو بکارت کا باقی رہنا عدم ایلاج کی دلیل ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ انزال نہ ہو۔ غسل واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

من ادعٰی خلافہ فعلیہ البیان.

اعتراض نمبر۶:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰ میں ہے **ولو دبغ طھر** یعنی انسان کی کھال کو بھی اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۲۸)

جواب:

افسوس کہ معترض کو اگلی عبارت نظر نہ آسکی جو یہ ہے:

وان حرم استعمالہ

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ انسان کا چمڑہ رنگنے سے گو پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا استعمال حرام ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض تو انسان کے چمڑے کو قابلِ دباغت ہی نہیں سمجھتے اور بعض قابل دباغت تو سمجھتے ہیں لیکن دباغت دینا یا اس سے نفع اٹھانا بالاتفاق منع مانتے ہیں۔

شیخ عبدالحئی عمدۃ الرعایۃ میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتا ہے لیکن انسان کا چمڑہ اتارنا یا اس کو دباغت دینا حرام ہے۔ بحرالرائق میں ابن حزم کے حوالہ سے اس پر اجماع مسلمین لکھا ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ پاک ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف میں تو مسلمان زندہ اور مردہ کو پاک لکھا ہے۔ رہا کافر۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کافروں کی نجاست کو نجاست اعتقادی لکھا ہے۔ نواب صدیق حسن بھی الروضۃ الندیہ میں اسی طرح لکھتا ہے۔

وہابیوں کا سرغنہ وحید الزمان نزل الابرار میں لکھتا ہے:

واستثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والأدمی والصحیح عدم الاستثناء

ہمارے بعض اصحاب (غیر مقلدوں) نے خنزیر اور آدمی کا چمڑا (**حدیث ایما اھاب دبغ فقد طھر**) سے مستثنیٰ کیا ہے لیکن عدم استثناء صحیح ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے:

وجلد الأدمی طاھر الا انه لا یجوز استعماله لکونه محترمًا

آدمی کی جلد پاک ہے لیکن اس کے محترم ہونے کے باعث اس کا استعمال جائز نہیں۔

اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ یہ مسئلہ بھی آپ کے گھر سے ہی نکل آیا۔ اب وحید الزمان کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟ ممکن ہے آپ یہ کہہ دیں کہ ہم وحید الزمان کے مقلد نہیں۔ آپ لوگوں کی یہ عادت بھی کیا خوب ہے۔ چلئے! آپ اس مسئلہ کے خلاف قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہی پیش کر دیں جس میں انسان کی کھال کو دباغت کے باوجود نجس لکھا ہو۔

اعتراض نمبر ۷:

وافاد لامه طھارۃ جلد کلب

یعنی کتے کی کھال بھی دباغت کے بعد پاک ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)

(سیفِ محمدی ص ۴۰)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

ایما اھاب دبغ فقد طھر (رواہ الترمذی)

جس چمڑے کو دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:

اذا دبغ الاھاب فقد طھر

جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔

مردار کے چمڑے کے بارے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ھلا اخذتم اھابھا قد بفتموہ

تو حدیث ایما اھاب ...... اپنے عموم میں کتے کی کھال کو بھی شامل ہے۔ وہابیوں کا بڑا عالم شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد کی جلد چہارم ص ۱۱۳ میں لکھتا ہے:

والحدیث دلیل لمن قال ان الدباغ مطھر جلد میتة کل حیوان کما لیفیدہٗ لفظ عموم کلمة ایما و کذالك لفظ الاھاب لیشتمل بعمومه جلد الماکول اللحم وغیرہ

یہ حدیث اس شخص کے لیے دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ دباغت ہر حیوان مردہ کے چمڑے کو پاک کرنے والی ہے جیسے ایما کا عموم اس کا فائدہ دیتا ہے اور اسی طرح لفظ اھاب اپنے عموم کے لحاظ سے حلال اور حرام کے چمڑے کو شامل ہے۔

پس معترض کا یہ اعتراض فقہاء پر نہیں بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کسی چمڑے کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ ہاں اگر کسی روایت صحیحہ میں کتے کی کھال کا استثناء آیا ہو تو اسے بیان کیا جائے۔

حدیث نھی عن جلود سباع میں احتمال ہے کہ نہی قبل از دباغت پر محمول ہو چنانچہ وہابیوں کا بزرگ عون المعبود جلد ۴ ص ۱۱۷ میں بحوالہ شوکانی لکھتا ہے:

شوکانی صاحب وہی ہیں جن سے نواب صدیق حسن مدد مانگتے ہوئے کہتا ہے:

زمرہ رائے در افتاد بارباب سنن شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

قال الشوکانی ما حصلہ ان الاستدلال بحدیث النھی عن جلود السباع وما فی معنا علی ان الدباغ لا یطھر جلود السباع بناء علی انہ مخصص للاحادیث القاضیۃ بان الدباغ مطھیر علی العموم غیر ظاھر لان غایتہ مافیہ مجرد النھی من الانتفاع ولا مازمتہ بین ذالک وبین النجاسۃ کما لاملازمۃ بین النھی عن الذھب والحریر ونجاستھما.

شوکانی نے کہا حدیث نھی عن جلود السباع سے یہ استدلال کی دباغت جلود سباع کو پاک نہیں کرتی اور یہ حدیث ان احادیث کی مخصص ہے جس میں دباغت کو علی العموم مطہر فرمایا ہے۔ٹھیک نہیں کیوں کہ حدیث نہی عن جلود السباع میں زیادہ سے زیادہ نہی عن الانتفاع ہے جب کہ نہی عن الانتفاع اور نجاست میں کوئی لزوم نہیں (یعنی جس چیز سے انتفاع کی نہی ہو لازم نہیں کہ وہ نجس ہو) جس طرح (مرد کے لیے) سونے اور چاندی کے استعمال کی نہی ہے۔لیکن نجاست نہیں۔

پس اس حدیث سے جلود سباع کا دباغت کے بعد بھی نجس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر۸:

درمختار میں ہے وفیل یعنی اسی طرح ہاتھی کا چمڑا بھی پاک ہے۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)(سیفِ محمدی ص ۴۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حدیث ایما اھاب دبغ فقد طھر کا عموم اس کو بھی شامل ہے۔اگر کسی وہابی کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو ہاتھی کے چمڑے کا دباغت کے باوجود نجس ہونا ثابت کرے تو وہ حدیث پیش کی جائے۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی کے دانت کی کنگھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی نجس العین نہیں ورنہ حضور اس کے دانت کی کنگھی کبھی استعمال میں نہ لاتے۔جب ثابت ہوا کہ ہاتھی نجس

العین نہیں تو اس کا چمڑہ دباغت کے بعد کیوں ناپاک ہوگا۔**من ادعی خلاف ذالک فعلیہ البیان**

اعتراض نمبر۹:

درمختار مصری میں ہے طھر بذکوۃ یعنی (کتا ہاتھی وغیرہ درندے اور حرام جانور) کی کھال ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)

(سیفِ محمدی ص ۴۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ ذبح سے چمڑہ پاک نہیں ہوتا ورنہ اصل طہارت ہے۔ذبح، ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کا کام دیتا ہے۔(اس مسئلہ کی تفصیل ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیے)

اعتراض نمبر۱۰:

لیس الکلب بنجس العین عند الامام یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک کتا نجس العین نہیں یعنی وہ خود سارا کا سارا ناپاک نہیں۔(درمختار جلد اول ص ۱۵۲)

(سیفِ محمدی ص ۵۱)

جواب:

اس اعتراض کا مفصل جواب ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات میں گزر چکا ہے۔کتے کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔فقہ کی کسی کتاب میں اس کے گوشت یا خون کو کسی نے پاک نہیں لکھا۔البتہ آپ غیر مقلدین کے وحید الزمان صاحب کتے کو پاک لکھتے ہیں۔اسی طرح آپ کے نواب صدیق حسن بدور الاہلہ میں کتے کے گوشت، ہڈی، خون، بال اور پسینے کو پلید نہیں سمجھتے۔عرف الجادی میں بھی کتے اور خنزیر کو نجس العین نہیں سمجھا گیا۔امام بخاری اور امام مالک کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔کیا یہ دونوں اہل حدیث نہیں؟

فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب لکھا ہے:

لکون الکب طاھر عندھم کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔

امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں:

ومن ذالك قول الامام الشافعي واهدو ابی حنيفة بنجاسة الكلب مع قول الامام مالك بطهارته

فتح الباری ص ۱۴۰ میں ہے:

وانما ساق المصنف هذا الحديث هنا ليستدل به مذهبه فی طهارة سؤر الكلب.

یعنی بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تا کہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔

کہیے جناب! امام مالک اور امام بخاری کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض اور عناد ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

درمختار مصری میں ہے **یتخذ جلده مصلی** یعنی کتے کی کھال کی جانماز بنانی بھی جائز ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۴)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب کھال پاک ہوجاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے؟

دیکھئے آپ کا بڑا فاضل وحید الزمان مترجم صحاح، نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

ویتخذ جلده مصلی و دلوا

(کتے کی کھال سے) جانماز اور ڈول بنایا جاسکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

درمختار مصری میں ہے:

و دلوا یعنی کتے کی کھال کا ڈول بنانا بھی جائز ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۴)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب کھال پاک ہوجاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے؟

دیکھئے آپ کا بڑا فاضل وحید الزمان مترجم صحاح، نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

ویتخذ جلده مصلی و دلوا

(کتے کی کھال سے) جانماز اور ڈول بنایا جاسکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:

درمختار مصری میں ہے

ولو اخرج حيا ولم يصب فمه الماء لايفسد ماء البئر

یعنی اگر کنویں میں کتا گر پڑا اور زندہ نکال لیا گیا اور اس کا منہ پانی کو نہیں لگا تو کنویں کا پانی نہیں بگڑتا۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۶)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ حکم مطلقاً نہیں، مشروط ہے کہ کتے کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو، چنانچہ فتاوی غیاثیہ ص ۷ میں لکھا ہے:

وعن ابی نصر الدلوسی رحمه الله اذا لم يصب فمه الماء ولم يكن علی دبره نجاسته لم ينجس.

ابونصر الدلوسی فرماتے ہیں کہ جب کتے کا منہ پانی تک نہ پہنچے اور اس کی دبر پر نجاست نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

خود صاحب درمختار اس کی تصریح کرتے ہیں:

لو اخرج حيا وليس بنجس العين ولا به حدث ولا خبث لم ينزح شیء الا ان يدخل فمه الماء.

جو حیوان کہ نجس عین نہیں (جیسے صحیح مذہب میں کتا) جب کہ اس کے بدن پر حدث ہو نہ جبت، اگر اسے کنویں سے زندہ نکالا جائے تو پانی نہیں نکالا جائے گا۔ بشرطیکہ پانی اس کے

منہ تک نہ پہنچا ہو۔

پانی بطور وجوب نہیں نکالا جائے گا البتہ تسکین قلوب کے لیے بیس ڈول کا نکالنا علامہ شامی نے لکھا ہے۔ ہاں اگر کتے کا منہ پانی تک چلا جائے تو پانی ضرور نکالا جائے گا۔ کسی آیت یا حدیث میں اگر آیا ہو کہ ایسی صورت میں کنویں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو بے شک معترض کو اعتراض کا حق ہے۔ اگر کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر معترض کو اس آگ سے ڈرنا چاہیے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

کیا اندھیر اور سمجھ کا پھیر ہے کہ غیر مقلدین خود تو پانی کو طاہر اور مطہر مانتے ہیں اور فقہ حنفیہ پر اعتراض بھی کرتے ہیں خود ان کے ہاں بھی جب تک رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے پانی پاک ہوتا ہے چنانچہ شوکانی نے درر بہیہ میں، صدیق حسن نے روضہ ندیہ میں اور حافظ محمد لکھوی نے انواع محمدی میں اس کی تصریح کی ہے۔

وحید الزمان جس نے وہابیہ پر احسان کیا اور ان کے لیے بھی فقہ کی ایک کتاب لکھ دی وہ تو کتے کے منہ تک پانی پہنچ جانے کی صورت میں بھی پانی کو پلید نہیں سمجھتا چناں چہ وہ نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

ولو سقط فی الماء ولم یتغیر لا یفسد الماء وان اصاب فمه الماء

اگر کتا پانی میں گرا اور پانی متغیر نہیں ہوا تو پانی ناپاک نہیں ہوا اگرچہ پانی کتے کے منہ تک پہنچا ہو۔

ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہابیہ کے نزدیک کتا پاک ہے۔ بلکہ امام بخاری اور امام مالک کے نزدیک بھی پاک ہے۔ پھر حنفیہ پر اعتراض کیوں؟ حالانکہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ کتے کا لعاب پلید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ نے اس مسئلہ میں بھی پانی کے منہ تک نہ پہنچنے کی قید لگائی۔ لیکن تمہارے ہاں تو اس کا لعاب بھی پلید نہیں اسی لیے تو وحید الزمان، **وان اصاب فمه الماء** لکھتا ہے۔ حدیث ولوغ کلب میں تسبیع یا تتریب کا جو حکم ہے قاضی شوکانی اس کو مقید ہی لکھتا ہے دیکھو سبل السلام ومسک الختام۔ صدیق حسن بھی سراج الوہاج شرح صحیح مسلم ص ۱۰۸ میں ایسا ہی لکھتا ہے صحیح بخاری میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اور پانی

نہ ہو تو کتے کے جوٹھے پانی کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے۔

اب آپ ہی گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ کس منہ سے فقہ حنفیہ پر اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴:

در مختار مصری جلد اول ص ۱۵۳ میں ہے **ولا الثوب بانتفاضه** یعنی بھیگے ہوئے کتے نے اگر پھریری لی اور اس کی چھینٹیں کپڑوں پر آئیں تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

(سیفِ محمدی ص ۵۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ آپ کے وحید الزمان نے بھی یہی لکھا ہے دیکھو نزل الابرار ج ۱ ص ۱۳۰:

وکذا الثوب لا ینجس بالتقاضه

اسی طرح کتے کی چھینٹوں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

وہابیہ سے میرا سوال ہے کہ اگر تمہارے کپڑوں پر بھیگے ہوئے کتے کے چھینٹے پڑیں گے تو کپڑے کو پاک سمجھو گے یا پلید؟ اگر پلید سمجھو گے تو دلیل پیش کرو، اور اگر پاک سمجھو گے تو پھر حنفیہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟ جب تمہارے اکابر بھی وہی لکھ رہے ہیں جو فقہ حنفیہ میں ہے تو اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لی ہوتی۔

اعتراض نمبر ۱۵:

ولا بعضه مالم یر ریقه

یعنی کتے نے اگر کپڑے پر کاٹا جب تک اس کا تھوک نہ دیکھا جائے وہ بھی پاک ہے۔

(در مختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۶۰)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی آپ کے گھر کا مسئلہ ہے۔ آپ کا وحید الزمان تو کتے کے تھوک کے باوجود کپڑے کو پاک کہتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

وکذا الثوب لاینجس بانتفاضه ولا بعضه ولا العفو ولو اصابه ریقهٗ

یعنی کپڑا اور بدن کتے کی چھینٹیں پڑنے سے اور اس کے کاٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اس کی تھوک (بھی کپڑے یا بدن کو) لگ جائے اب فرمائیے! یا تو وحید الزمان صاحب پر بھی اعتراض کیجیے یا حنفیہ پر بے جا اعتراضات سے باز رہیے۔

اعتراض نمبر ۱۶:

ولا صلوٰة حاملة ولو كبيرًا

یعنی اگر بڑے کتے کو بھی اٹھا کر لیے ہوئے نماز پڑھے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ بھی تمہارے ہی گھر کا ہے۔ چنانچہ وحید الزمان نزل الابرار میں لکھتے ہیں:

ولا تفسد صلوة حامله

یعنی کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فقہاء رحمہم اللہ نے جواز میں کتے کے منہ کو باندھنے کی قید لگائی ہے تاکہ اس کا لعاب نہ نکلے ورنہ نماز فاسد ہوگی۔

بخاری شریف میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان يصلي وهو حامل امامة بنت زينب بنت رسول صلى الله عليه وسلم

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

على صحة صلوٰة من حمل آدميا و كذا من حمل حيوانا طاهرا

نووی شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ففيه دليل لصحة صلوٰة من حمل آدميا او حيوانا طاهرا من طير وشاة وغيرهما

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ آدمی کو، پاک حیوان کو اور پرندہ یا بکری وغیرہ کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے۔

ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ وہابیوں کے نزدیک کتا پاک ہے تو پاک حیوان کو اٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز کیوں کر فاسد ہو سکتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

جاننا چاہیے کہ جواز بمعنی صحت اور جواز بمعنی اباحت میں بڑا فرق ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ نے ان مواقع پر جواز بمعنی صحت لکھا ہے یعنی نماز صحیح ہوگی اور فرض ادا ہو جائے گا۔ فقہاء کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ یہ فعل جائز یا مباح بلا کراہت ہے۔ اسی طرح حمل کلب میں جواز بمعنی صحت ہے کہ فرض سر سے اتر جائے گا نہ یہ کہ کتا گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا جائز بلا کراہت ہے۔ جن جانوروں کا لعاب پاک ہے۔ فقہاء تو ان کو بھی اٹھا کر نماز پڑھنا برا لکھتے ہیں۔ یعنی جو پڑھے گا بُرا کرے گا۔ جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے تو ناپاک دہن جانوروں کو اٹھا کر نماز پڑھنا کس قدر ناپسند رکھیں گے تو ان کے بارے میں یہ گمان کہ وہ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں، کس قدر بدگمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بدگمانیوں سے محفوظ فرمائے۔

اعتراض نمبر ۱۷:

وطهاره شعره

یعنی کتے کے بال حنفی مذہب میں بالاتفاق پاک ہیں۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۶۵)

جواب:

میں کہتا ہوں تم ان کے پلید ہونے کی کوئی دلیل بیان کرو۔ حدیث **كل اهاب دبغ** اور **هلا اخذتم اهابها** سے بالوں کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے۔ ورنہ حضور علیہ السلام تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ ڈالو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جوہر النقی جلد ۱ ص ۱۲ میں ہے:

فهو اسم للجلد بشعره فدل على طهارة شعره ايضًا لولا ذالك لقال احلقوا شعره ثم انتفعوا به

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرما دیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔

اعتراض نمبر ۱۸:

درمختار مصری میں ہے

كما رخص الخمر للعطشان

یعنی پیاسے آدمی کو رخصت ہے کہ شراب پی لے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۴)

(سیفِ محمدی ص ۶۶)

جواب:

میں کہتا ہوں درمختار میں تداوی بالحرم میں اختلاف بیان کیا اور لکھا ہے کہ حرام چیز کے ساتھ دوا کرنا ظاہر مذہب میں منع ہے پھر آگے لکھا ہے:

وقيل يرخص اذا علم فيه شفاء ولم يعلم دواء اخر كما رخص الخمر للعطشان

یعنی بعض نے کہا ہے کہ حرام چیز سے دوائی کی رخصت ہے جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں شفاء ہے اور کوئی دوسری دوائی معلوم نہ ہو۔ جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت ہے۔

عطشان مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی نہایت پیاسا یعنی مضطر ہے معترض نے **عطشان** کا معنی صرف پیاسا کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالا ہے۔

اضطرار کی حالت میں بالاتفاق اکل میتۃً وشرب خمر کی رخصت ہے۔ معترض کی کم علمی کہا جائے یا دانستہ فریب کہ مضطر کی رخصت کو عام رخصت سمجھ کر اعتراض کر دیا۔

اعتراض نمبر ۱۹:

درمختار مصری میں ہے

ثم الاحسن زوجة

(یعنی امامت کی ابتدائی شروط میں اگر برابری ہو تو اسے امام بنایا جائے۔) جس کی جورو بہت زیادہ خوبصورت ہو۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۴۱۲) (سیفِ محمدی ص ۷۳)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ درمختار کی اس عبارت میں حسن سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بُری نہ ہو نیک ہو اس کے اوصاف اچھے ہوں کیوں کہ بُری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اجلعوا ائمتكم خياركم فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم.

اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے ایلچی ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

خياركم خياركم لنسائهم (مشكوة ص ۲۷۴)

تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں اور ایک روایت میں ہے:

خيركم خيركم لاهله

تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہوگی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہوگا الا ماشاء اللہ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے حضور ﷺ نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے۔ برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے دیکھئے مسئلہ تو بالکل صاف ہے رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اوصاف حمیدہ رکھتی ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے پھریں۔ یہ امر تو ہمسایہ اہل محلہ اور عام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے۔ کذا فی الشامی

اعتراض نمبر ۲۰:

درمختار مصری میں ہے

ثم الاکبر رأسًا والاصغر عضوًا

یعنی امامت کی ان تمام شرائط میں بھی برابری ہو تو امام اسے بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور عضو یعنی ذکر چھوٹا ہو۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۴۱۲) (سیفِ محمدی ص ۷۷)

جواب:

میں کہتا ہوں افسوس کہ معترض نے دیانت اور تقویٰ سے کام نہیں لیا اصغر عضو کے جو معنی معترض نے کیے ہیں کسی مجہول الاسم سے پہلے بھی یہ معنی منقول ہیں۔ مگر علامہ شامی نے بحوالہ حاشیہ ابی مسعود ان معنوں کی تردید کر دی ہے۔ کیا دیانت اور تقویٰ اسی کا نام ہے کہ جن معنوں کو فقہاء نے غلط قرار دیا ہو اور تردید کر دی ہو، انہی کو محل اعتراض میں پیش کیا جائے؟ جس گروہ کے علماء کا یہ حال ہو تو ان کے جہلاء کا کیا کہنا؟

اس عبارت کے معنی علامہ شامی وطحطاوی نے جو لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ جس کا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں کیوں کہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا مناسب ہونا دانائی اور زیادتی عقل کی دلیل ہے۔ مگر سر کی کلائی بے موقع نہ ہو۔

کذا فی الطحطاوی. (غایة الاوطار ص ۲۵۹)

یہ شبہ کہ لفظ عضو مفرد ہے اس لیے یہاں عضو مخصوص ہی مراد ہے صحیح نہیں کیوں کہ انسان کے بدن میں چند اور اعضاء بھی ہیں جو سب انسانوں میں ایک ایک ہیں مثلاً منہ، ناک اور ناف وغیرہ معلوم نہیں کہ معترض کو ترجمہ میں باقی ایسے اعضاء میں سے صرف یہی عضو کیوں پسند آیا؟

اس کے علاوہ اسی عبارت سے پہلے درمختار کی یہ عبارت ہے **ثم الانظف ثوبا** یہاں ثوب مفرد ہے تو کیا اس کا یہ معنی ہے کہ جس کا ایک کپڑا ستھرا ہو۔ جس طرح ثوب سے اس کے جسم کے تمام کپڑے مراد ہیں۔ ایک کپڑا مراد نہیں۔ اسی طرح عضو سے بھی اس کے سر کے سوا دیگر اعضا مراد ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۱:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے

او جامع فی ما دون الفرج ولم ینزل

یعنی اگر روزے دار روزے کی حالت میں شرمگاہ کے سوا اور کہیں مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (سیفِ محمدی ص ۸۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ قُبل اور دُبر کے سوا کوئی شخص اگر ران یا ناف میں یا کسی اور جگہ شہوت رانی کرے تو صرف اس حرکت سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جب تک انزال نہ ہو۔ انزال ہو جانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

ایک شبہ:

اس سے کوئی ناسمجھ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ روزہ کی حالت میں ایسا فعل کرنا فقہاء کے نزدیک جائز بلا کراہت ہے۔ ہرگز نہیں یہ مسئلہ صرف اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے ایسا کر بیٹھے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کسی حدیث کے خلاف نہیں اگر معترض کے پاس اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کرے جس میں یہ ذکر ہو کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں ایسا کرے تو بلا انزال روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

آپ کا وحید الزمان نزل الابرار جلد ا ص ۲۲۹ میں لکھتا ہے:

ولو جامع امراۃ فیما دون الفرج ولم ینزل لم یفسد

کوئی شخص بیوی کے ساتھ فرج کے سوائے کہیں اور جماع کرے تو انزال کے بغیر روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیجیے! یہ مسئلہ بھی آپ کے اپنے گھر کا ہی نکل آیا۔ بلکہ اس میں تو وحید الزمان صاحب نے نہ تو ایلاج کی قید لگائی اور نہ ہی دبر کی۔ تو بتایئے آپ کی نظر میں درمختار زیادہ محل نظر ہوگی یا نزل الابرار؟

اعتراض نمبر ۲۲:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

ولو خاف الزنا یرجی ان لا وبال علیه

اگر زنا کا خوف ہو اور مشت زنی کر کے اپنے ہاتھ سے منی نکال ڈالے تو امید ہے کہ

اسے کچھ وبال نہ ہوگا۔ (سیفِ محمدی ص ۸۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے اوپر کی عبارت بھی درج کی ہوتی تو معترض کی دیانت داری ظاہر ہو جاتی۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں:

وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون.

اگرچہ یہ فعل مکروہ تحریمہ ہے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہاتھ سے پانی نکالنے والا ملعون ہے۔

فقہاء علیہم الرحمہ نے استمنا بالید کو مکروہ تحریمہ لکھا۔ مگر معترض کا ایمان اجازت نہیں دیتا کہ اس عبارت کو ظاہر کرے فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ اگر وقوع زنا کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کے عفوو کرم پر امید ہے کہ اسے مواخذہ نہ ہو یہ بھی بے دلیل نہیں۔ معترض نے کسی عالم سے ضرور سنا ہوگا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما

جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے۔

تو یہ امید اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ خدا ایسے شخص پر عفو و کرم فرمائے ہاں! معترض کو شاید اپنے گھر کی خبر نہیں۔ نور الحسن کی عرف الجادی میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ وقوع زنا کا خوف ہو تو مشت زنی واجب ہے۔ بلکہ اس نے بعض صحابہ سے اس فعل کو لکھا ہے۔ (والعھدۃ علیہ)

اعتراض نمبر ۲۳:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

و کذا الاستمناء بالکف

یعنی مشت زنی کرنے سے بھی ایسی حالت میں روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(سیفِ محمدی ص ۸۹)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ مشت زنی سے اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ درمختار میں

تصریح موجود ہے:

اوستمنٰی بکفہ او بمباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرتین وانزل قید للکل حق لو لم ینزل لم یفطر کما مر

مشت زنی یا مباشرت فاحشہ سے اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اگر نہ ہو تو نہیں۔

لیکن معترض نے اعتراض میں انزال نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا تا کہ ناظرین کو مغالطہ لگے کہ فقہ میں استمناء بالکف سے انزال کے باوجود بھی فسادِ روزہ کا حکم نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھذا اظلم ینزل اما اذا انزل فعلیہ القضاء کما سیصرح بہ وہ والمختار کما یأتی.

استمنا بالکف سے اگر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر قضاء لازم ہے اور یہی مختار ہے۔

رہی یہ بات کہ استمناء بالکف سے بلا انزال روزہ فاسد نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ مشت زنی جماع نہیں۔ نہ صورتاً نہ معناً ایسی صورت میں روزہ فاسد ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر معترض کے پاس کوئی دلیل ہو تو بیان کرے۔ فقہاء نے فسادِ روزہ کی دلیل نہ ہونے کے سبب حکم فساد نہیں دیا تو کیا برا کیا؟

ایک شبہ:

یہاں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک حالتِ روزہ میں استمناء بالکف بلا انزال کی اجازت ہے۔ معاذ اللہ! ہرگز نہیں فقہاء نے تو صرف اس لیے بیان فرمایا کہ اگر کوئی نادان یہ حرکت کر بیٹھے تو اس کے لیے مسئلہ کی نوعیت کیا ہوگی۔

ان مسائل کو بے ہودہ قرار دینے والے کے لیے مقام غور ہے۔ معترض کو تو فقہاء کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے امت مسلمہ کو ایسے مسائل بھی سمجھا دیئے جن کے پیش آنے کے امکانات ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۴:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

او ادخل ذکرہ فی بهيمة

یعنی اگر کوئی شخص چوپائے جانور (گائے بھینس بکری وغیرہ) کے ساتھ برا کام کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں جاتا۔ (سیفِ محمدی ص ۹۲)

اعتراض نمبر ۲۵:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۶ میں ہے

او میتة

یعنی اگر میت (مرے ہوئے مردے) کے ساتھ بدفعلی کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں بگڑتا۔ (سیفِ محمدی ص ۹۲)

جواب اعتراض نمبر ۲۴، ۲۵:

میں کہتا ہوں درمختار میں من غیر انزال کی تصریح موجود ہے۔ لیکن معترض نے اس کا ترجمہ ہی نہیں کیا تا کہ ناظرین کو مغالطہ لگ جائے۔

وہابی دوستو! تمہارے اکابر کی دیانت اور تقویٰ کا یہ حال ہے تو تمہارے اصاغر کا حال کیا ہوگا؟

جاننا چاہیے کہ جماع بے شک مفسد صوم ہے۔ جماع چاہے صورتاً ہو چاہے معناً۔ صورتاً تو ظاہر ہے۔ البتہ معناً وہ انزال ہے جو شرمگاہ ہی میں نہ ہو یا شرمگاہ میں تو ہو لیکن وہ شرمگاہ عادتاً غیر مشتہی ہو یا وہ انزال جو عادتاً محل مشتہی کی مباشرت سے ہو لیکن وہ مباشرت شرم گاہ کے ساتھ نہ ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الاصل ان الجماع المفسد للصوم هو الجماع صورتًا وهو ظاهر او معنى فقط وهو الانزال من مباشرة بضرح لا فى فرج غير مشتهى عادة او عن مباشرة بغير فرجه فى محل مشتهى عادة.

تو ان صورتوں میں جماع اس وقت متحقق ہوگا جب کہ انزال ہو اگر انزال نہ ہوا تو اجماع ہی متحقق نہ ہوا۔ نہ صورتاً نہ معناً۔ اس لیے روزہ بھی فاسد نہ ہوگا۔ معترض کے پاس،

اگر اس صورت میں کسی آیت یا حدیث میں روزے کے فساد کا حکم ہے تو بیان کرے۔

ایک شبہ:

یہاں تو صرف روزے کا حکم بیان کیا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان افعال کی اجازت ہے۔ معاذ اللہ! فقہاء کرام رضی اللہ عنہم نے ان امور کی سزا کتاب التعزیر میں لکھی ہے کسی امر کا مفسد صوم نہ ہونا الگ بات ہے اور جائز وناجائز ہونا الگ بات ہے۔

اعتراض نمبر ۲۶:

درمختار مصری ص ۳۰۷ میں ہے

قبل السكران بنته تحرم الام

یعنی نشہ کی حالت میں کسی نے اپنی بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔
(سیفِ محمدی ص ۹۴)

جواب:

میں کہتا ہوں درمختار میں یہ مسئلہ بحوالہ قنیہ لکھا ہے۔ علامہ شامی نے قنیہ کی اصل عبارت لکھی ہے:

قبل المجنون ام امرأة بشهوة او السكران بنتة تحرم

اس میں تصریح یہ ہے کہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہو۔ قارئین خود انصاف کریں کہ ایک شخص اگر شہوت کے ساتھ اپنی بیٹی کو چومے تو حرمت مصاہرہ کے سبب اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ معترض نے یہاں بھی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے شہوت کے لفظ کو گول کر دیا ہے۔ تا کہ عام قاری کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ باپ اپنی بیٹی کو چومتا ہے اور انتہائے شفقت ہے۔ لیکن شہوت کے ساتھ چومنا دوسری صورت ہے اگر معترض اس مسئلہ کو کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ بیان کرے فقہاء رحمہم اللہ تو ایسے واہیات آدمی کو یہی حکم دیں گے کہ اس کی بیوی حرام ہوگئی۔

اعتراض نمبر ۲۷:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۰۸ میں ہے

فقال جامعتها تثبت الحرمته

یعنی اگر کسی نے (ہنسی مذاق میں جھوٹ) کہہ دیا کہ میں نے اپنی ساس سے مجامعت کی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (سیفِ محمدی ص ۹۶)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ معترض کو خدا کا کچھ خوف نہیں کہ ترجمہ میں اپنی طرف سے لفظ زیادہ کر کے اعتراض کر دیتا ہے درمختار میں یہ بالکل مذکور نہیں ہے کہ کسی نے جھوٹ کہہ دیا اصل عبارت یوں ہے:

وفی الخلاصة قیل له ما فعلت بام امرتك فقال جامعتها ثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هان لا.

یعنی کسی آدمی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے جماع کیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اس کے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کی جائے گی اگرچہ ہنسی سے ہو۔

دیکھئے درمختار میں تو یہ تصریح ہے کہ اس کے اقرار کے بعد یہ نہ مانا جائے گا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے کیوں کہ اس نے فعل کا اقرار کیا ہے اور اقرار میں اصرار شرط نہیں۔ اس لیے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن معترض جرم کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہہ دیا اور یہ بالکل غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس نے جماع کا اقرار کیا لیکن جب معلوم ہوا کہ بیوی حرام ہوتی ہے۔ اب اس کا یہ کہنا کہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہیں مانا جائے گا۔ ہاں اگر معترض کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح مرفوع غیر معارض ہوتی کہ ساس کے ساتھ جماع کا اقرار کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی تو اس کا اعتراض بجا ہوتا۔

اعتراض نمبر ۲۸:

درمختار جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

ویحل له وطی امراء ادعت علمه

یعنی ایک عورت نے عدالت میں جھوٹا دعویٰ کیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہو گیا ہے، وہ شخص انکار کرتا ہے عورت نے دو جھوٹے گواہ گزار دیے، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا ہے، حالانکہ حقیقتاً نکاح نہیں ہوا تو اب اس شخص کو اس عورت سے ملنا جلنا وطی کرنا وغیرہ سب حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۲۹:

درمختار جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

وکذا تحل له لو ادعی هو نکاحها

یعنی اسی طرح ایک مرد نے ایک عورت پر جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو بھی یہ دونوں میاں بیوی بن کر رہیں اور اس شخص کو اس عورت سے صحبت کرنا حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۳۰:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

ولو قضی بطلاقها الشهادة الزور

یعنی اسی طرح اگر کسی عورت نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور جھوٹے گواہ بھی گزار دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو باوجودیکہ وہ عورت خوب جانتی ہے کہ اس پر طلاق نہیں پڑی لیکن تاہم اسے جائز ہے کہ دوسرے سے نکاح کر لے اور اس سے صحبت کرے کرائے سب حلال طیب ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۰۰)

اعتراض نمبر ۳۱:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

حل للشاهد زورًا تزوجها

یعنی اس جھوٹی طلاق کی جس جھوٹے گواہ نے گواہی دی، اسے بھی اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۰۰)

جواب اعتراض نمبر ۲۸ تا ۳۱:

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ چاروں مسائل معترض کے نزدیک اگر کسی صحیح حدیث کے خلاف ہیں تو بیان کرے ورنہ اپنا اعتراض واپس لے۔

ان چاروں مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کے ساتھ ہے امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔ عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ میرا فلاں شخص کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ اس پر گواہ بھی پیش کر دیے اور شرط یہ ہے کہ عورت کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو۔ اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیے۔ قاضی نے مطابق حکم شرع شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہر میں نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں بھی نافذ ہو جائے گا۔ یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی جو کہ ولی ہے موجود ہے اور گواہی بھی موجود ہیں قاضی کا فیصلہ مرد و عورت دونوں نے منظور کیا۔ ان کا یہ منظور کرنا ایجاب وقبول ہے۔ اس لیے نکاح ہو جائے گا اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ نہ ہو تو بجائے اس کے کہ قضا قطع منازعت کے لیے ہوتی ہے منازعت کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

اعتراض نمبر ۳۲:

در مختار مصری جلد دوم ص ۴۱۲ میں ہے

یباح اسقاط الولد قبل اربعة شهر

یعنی چار مہینے سے پہلے حمل کو گرا دینا مباح ہے۔ (سیف محمدی ص ۱۰۶)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض فقہاء کی اصطلاحات سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جس مسئلہ کے بیان میں لفظ ''قالوا'' بولا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ ضعیف اور مختلف فیہ ہے۔

علامہ عبدالحئی لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

لفظ قالوا يستعمل فيما فيه اختلاف المشائخ كذا فى النهاية فى كتاب الغصب وفى العناية والبناية فى باب مايفسد الصلوٰة وذكر ابن الهمام فى

فتح القدير فى باب ما يوجب القضاء والكفارة من كتاب الصوم ان عادته اى صاحب الهداية فى مثل افادة الضعف مع الخلاف انتهٰى وكذا ذكر سعد الدين التفتازانى ان فى لفظ قالوا اشارة الى ضعف ما قالوا.

لفظ قالوا وہاں بولتے ہیں جہاں مشائخ کا اختلاف ہو، نہایۃ کے کتاب الغصب اور العنایۃ والبنایہ کے باب ما یفسد الصلوٰۃ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی عادت اس لفظ کے مثل سے ضعف مع الخلاف کا افادہ ہے اسی طرح سعد الدین تفتازانی نے کہا کہ ہے لفظ قالوا میں ضعف کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

مگر معترض کے ایمان اور دیانت نے لفظ قالوا سرے سے اڑا ہی دیا تاکہ عوام کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ فَاِلَی اللہ المشتکٰی

بحر الرائق میں ہے:

الظاهر ان هذه المسألة لم ينقل عن ابى حنيفة صريحا ولذا يعبرون عنها بصيغة قالوا

یہ مسئلہ صریحاً امام اعظم سے منقول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کو فقہاء صیغہ قالوا سے بیان فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری جز ۲۱ ص ۱۳۴ میں عزل کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں:

وينتزع من حكم العزل حكم معالجة المرأة اسقاط النطفة قبل نفخ الروح. فمن قال بالمنع هناك ففى هذه النطفة قبل نفخ الروح فمن قال بالمنع هناك ففى هذه اولٰى ومن قال بالجواز يمكن ان يلتحق به هذا ويمكن ان يفرق بانه اشد.

نفخ روح سے پہلے حمل گرا دینے کا حکم عزل کے حکم سے نکلتا ہے جو وہاں (عزل کے) منع کا قائل ہے وہ اس میں بطریق اولیٰ منع سمجھے گا۔ اور جو عزل کو جائز سمجھتا ہے تو ممکن ہے اسقاط کو عزل کے ساتھ ملحق کیا جائے اور ممکن ہے کہ اس میں فرق کیا جائے کہ اسقاط

عزل سے اشد ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس نے اسقاط کو مباح کہا ہے اس نے عزل کے جواز سے اس کا جواز سمجھا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شامی نے ابن وہبان سے نقل فرمایا ہے:

اباحة الاسقاط محمولة علی حالة العذر او انهالا تاثم اثم القتل.

اسقاط کا مباح ہونا حالت عذر پر محمول ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت گنہگار تو ہے لیکن اس کو اتنا گناہ نہیں جتنا قتل کا گناہ ہوتا ہے۔ اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو یہ مسئلہ گھناؤنا معلوم ہوا ہے تو آپ فتح الباری کو کیا کہیں گے۔ اس میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے یہ بھی بتائیے کہ اس مسئلہ کے خلاف آپ کے پاس ایک بھی صحیح حدیث موجود ہے؟ لیکن یاد رہے کہ کسی فقیہ کی خوشہ چینی نہ ہوتا کہ نمک خوردن ونمک دان شکستن کے مصداق نہ ہو جاؤ۔ اور قیاس بھی نہ ہو کیوں کہ نہ تو آپ قیاس کے قائل ہیں اور نہ ہی اہل۔

اعتراض نمبر ۳۳:

درمختار مصری جلد دوم ص ۶۵۰ میں ہے

ومواضع تربصه عشرون

یعنی بیس صورتوں میں مرد کو بھی (عورت کی طرح) عدت گزارنی پڑے گی۔

(سیف محمدی ص ۱۰۹)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

ذرا یہ تو فرمایا ہوتا کہ جن صورتوں میں فقہاء نے مرد کو ایک خاص مدت تک تزوج سے منع کیا ہے۔ کیا وہ منع کرنا قرآن یا حدیث کے خلاف ہے؟ اگر آپ کو مرد کے اس توقف کا نام عدت رکھنا برا معلوم ہوا ہے تو اس کی بھی شرعاً ممانعت بیان فرمائیے۔ حالانکہ صاحب درمختار نے تربص کہا ہے عدت نہیں کہا، فقیہ ابواللیث نے خزانۃ الفقہ میں ان بیس مواضع کا ذکر کیا ہے جہاں مرد کو ایک معینہ مدت تک تزوج سے انتظار شرعاً واجب ہے۔

چند مثالیں:

منجملہ ان کے اپنی منکوحہ کی بہن سے نکاح کرنا، تاوقتیکہ عورت اس کے نکاح یا عدت میں ہے مرد اپنی عورت کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اس صورت میں مرد کے معینہ مدت تک نکاح سے رکے رہنے پر اگرچہ عدت کا اطلاق درست ہے لیکن فقہاء کی اصطلاح میں اسے عدت نہیں کہتے۔ تربص کہتے ہیں۔ اسی لیے درمختار میں مواضع تربصہ لکھا ہے۔ کیا اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کرنے کی صورت میں مرد عدت تک رکنے کا پابند نہیں؟ اگر پابند ہے تو پھر اعتراض کیسا؟ مرد کے اس انتظار کو تربص کہتے ہیں۔

اسی طرح اپنی منکوحہ کی پھوپھی، خالہ یا بھتیجی سے نکاح کرنا، اس میں بھی مرد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے جب تک اس کی بیوی نکاح یا عدت میں ہو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس صورت میں مرد کو تربص لازم نہیں؟ اگر لازم ہے تو اعتراض کیسا؟ یہی تربص صاحب درمختار نے لکھا ہے، جس کے معنی معترض نے عورت کی طرح عدت کیے ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اعتراض نمبر ۳۴:

درمختار مصری مطبوعہ دار الکتب جلد ۳ ص ۱۲۵ میں ہے

تزوج بحرمه

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی (ماں بہن بیٹی وغیرہ) محرمات ابدیہ سے نکاح کرلیا اور پھر صحبت بھی کی تو حد نہیں ماری جائے گی اگر دونوں جانتے ہوں کہ یہ کام حرام ہے۔

(سیف محمدی ص ۱۱۲)

اعتراض نمبر ۳۵:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۶۹ میں ہے

او منکوحة الغیر

یعنی اسی طرح دوسرے کی نکاحاً بیوی سے نکاح کیا اور مجامعت کی تو بھی اس پر حد نہیں اگرچہ اس کی حرمت کا علم ہو۔ (سیف محمدی ص ۱۱۳)

اعتراض نمبر ۳۶:

در مختار مصری جلد سوم ص ۱۶۹ میں ہے

او معتدته

یعنی اسی طرح دوسرے کی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت سے نکاح کر کے وطی کی تو بھی حد نہیں لگائی جائے گی اگرچہ عورت مرد دونوں جانتے ہوں کہ یہ نکاح اور وطی حرام ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۳)

جواب اعتراض نمبر ۳۴ تا ۳۶:

میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس مسئلہ میں بھی کوئی آیت یا حدیث نہیں لکھی۔ جس میں ان امور کے ارتکاب پر وہ حد ہو جس کی نفی فقہاء نے فرمائی ہے۔ معترض کی خیانت دیکھئے کہ درمختار میں اس عبارت کے بعد ویعزر لکھا ہے یعنی اس شخص کو سزا دی جائے۔ معترض نے ویعزر کی عبارت کو اڑا دیا تا کہ پڑھنے والے کو مغالطہ لگے کہ مندرجہ بالا امور میں فقہاء نے اس شخص کو کسی سزا کا حکم نہیں دیا۔ فقہاء نے تو فرمایا ہے کہ اس شخص کو سزا دی جائے۔ صاحب درمختار نے یہ بھی لکھا ہے کہ قتل سے بھی تعزیر ہوتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کا تعزیراً قتل بھی جائز ہے۔

کسی گناہ کے ارتکاب پر حد نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ نہیں ہے کئی کبائر ایسے ہیں جس میں حد نہیں مثلاً شراب پینے سے حد ہے لیکن بول پینے میں حد نہیں۔ سود لینا دینا کبیرہ گناہ ہے لیکن اس پر حد نہیں۔ زنا کی تہمت لگانے میں حد ہے۔ لیکن کفر کی تہمت میں حد نہیں۔ اسی طرح محرمات ابدیہ، منکوحہ غیر اور معتدہ سے نکاح کر کے وطی کرنا کبیرہ ہے مگر اس پر حد نہیں۔

جاننا چاہیے کہ زانی کی حد شریعت میں رجم یا جلد ہے۔ لیکن ایسے زانی کے لیے جو محرمات سے نکاح کر کے زنا کرتا ہے نہ رجم منقول ہے نہ جلد۔ کسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیے رجم یا جلد کا حکم نہیں فرمایا۔ فقہاء رحمہم اللہ کی لا یحل سے یہی مراد ہے کہ اس پر نہ رجم ہے نہ ہی جلد۔ البتہ اس کو سخت سے سخت تعزیر دی جائے جو

قتل سے بھی ہو سکتی ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادرؤ الحدود بالشبهات ما استطعتم

جہاں تک ہو سکے شبہات کے باعث حدود کو ساقط کر دیا کرو۔

اس حدیث سے شبہات کے ساتھ حدود کا ساقط کرنا تو ثابت ہوا لیکن شبہات کا تعین قرآن و حدیث میں صراحۃً موجود نہیں۔ ہر مجتہد نے اپنے اجتہاد سے استنباط کیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس عقد کو شبہ میں داخل سمجھا ہے گو اس عقد کی حرمت پر اتفاق اور وہ جانتا بھی ہو حدیث۔

ایما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها.

امام اعظم کے قول کی تائید کرتی ہے کیوں کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اس عورت کا جس نے اپنے ولی کے اذن کے بغیر نکاح کر لیا ہو نکاح باطل فرمایا ہے مہر لازم۔ اس عورت کے ساتھ وطی کرنے میں حد لازم نہیں تو ظاہر ہے کہ نکاح کو ایسا دخل ہے جو حد ساقط کر دے۔ معلوم ہوا کہ نفس عقد شبہ ہے اور شبہات سے حدود کا ساقط ہونا حدیث میں آیا ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا صورتوں میں حد نہیں۔

جوہر النقی ج ۲ ص ۱۷۷ میں لکھا ہے:

وقد اخرج الطحاوی بسند صحیح عن ابن المسیب ان رجلا تزوج امرأة فی عدتها فرفع الی عمر فضربها دون الحد وجعل لها الصداق.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے معتدہ کے ساتھ نکاح کیا تو یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ آپ نے دونوں کو حد زنا سے کم مارا اور عورت کو مہر دلوایا۔

معلوم ہوا کہ عقد نکاح حد کے سقوط کے لیے شبہ ہو سکتا ہے اور یہی حضرت امام اعظم نے فرمایا تو معترض کا اعتراض نہ صرف حضرت امام اعظم پر ہے بلکہ صحابہ رسول پر ہے میں تو یہ بھی کہوں گا کہ اعتراض رسول کریم پر بھی ہے کیوں کہ قضا میں حضرت عمر کا فیصلہ وہی تھا جو رسول کریم کی پیروی سے ماخوذ تھا۔

اعتراض نمبر ۳۷:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۰ میں ہے

ولا یحد بوطی بهیمة

یعنی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی حد نہیں ماری جائے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۹)

جواب:

افسوس کہ معترض نے اگلی عبارت بل یعذر بلکہ سزا دی جائے کو کیوں ہضم کیا؟ صاحب درمختار نے تو صاف لکھا ہے کہ اس کو سزا دی جائے فقہاء رحمہم اللہ نے حد کی نفی اس لیے کی ہے کہ ایسے شخص کے لیے کسی حدیث میں حدزنا (رجم یا جلد) نہیں ہے۔

بلکہ ترمذی نے ص ۱۷۶ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

من اتی بهیمة فلا حد علیه

جو شخص چوپائے سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں۔

ترمذی کہتا ہے کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور یہی قول احمد واسحاق کا ہے۔

ترمذی کے حاشیہ میں ہے کہ ائمہ اربعہ اسی طرف گئے ہیں کہ اس پر حد نہیں تعزیر ہے۔

ابوداؤد نے بھی ابن عباس کے قول کو روایت کیا ہے۔

اب فرمایئے! ابن عباس کو کیا کہیں گے؟ امام احمد واسحاق کو کیا کہیں گے؟ یہ بھی تو وہی کہہ رہے ہیں جو امام اعظم نے فرمایا ہے۔ ہاں ترمذی اور ابوداؤد کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے یہی مسئلہ اپنی کتابوں میں لکھا؟ اگر یہ لوگ آپ کے دل میں کسی احترام کے مستحق ہیں تو خدارا سوچئے کہ امام اعظم نے کون سا جرم کیا ہے جو آپ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہیں؟

اعتراض نمبر ۳۸:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۰ میں ہے

او یوطی دبر

یعنی اغلام (لونڈے بازی) کرنے سے بھی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۲۰)

جواب:

معترض نے یہاں بھی پوری عبارت نقل نہیں کی صاحب درمختار نے ایسے شخص کو آگ میں جلانا یا اس پر دیوار گرانا یا بلند مکان سے پتھروں کے ساتھ گرانا نقل کیا ہے اور بحوالہ فتح القدیر لکھا ہے کہ اس کو سزا دی جائے، قید کیا جائے یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرلے اگر اس کو لواطت کی عادت ہو تو امام اس کو سیاسۃً قتل کرے اتنی عبارت کو معترض ہضم کر گیا۔

ہاں اگر معترض کے پاس کوئی دلیل قرآن وحدیث صحیح سے ہے جس میں وطی فی الدبر کے لیے وہ حد ہو جس کی فقہاء نے نفی کی ہے تو پیش کرے۔

اعتراض نمبر ۳۹:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۲ میں ہے

او زنی فی دار الحرب او البغی

یعنی حربی کافروں یا باغیوں کی سلطنت میں زنا کرنے سے بھی حد نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۱۲۳)

جواب:

معترض اگر فتح القدیر کا یہ مقام دیکھتا تو اسے یہ حدیث مل جاتی جس کو امام محمد نے سیر کبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زنی او سرق فی دار الحرب واصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیه الحد.

جو شخص دارالحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے پھر وہاں سے بھاگ کر اسلامی حکومت میں آجائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی چونکہ معترض اعتراض کر چکا ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ وہ اپنا اعتراض واپس لے بلکہ یقین ہے کہ اس حدیث پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۴۰:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفة مطلقا

یعنی نابالغ وغیرہ غیر مکلّف مرد اگر بالغہ مکلفہ عورت سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۲۷)

جواب:

نابالغ غیر مکلف پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ وہ غیر مکلف ہے۔ لیکن عورت پر اس لیے حد نہیں کہ اصل زنا مرد کا فعل ہے۔ عورت فعل کا محل ہے اسی لیے مرد کو واطی زانی کہتے ہیں اور عورت کو موطوءہ مزنیہ۔ البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہا جاتا ہے۔ زنا اس شخص کے فعل کو کہتے ہیں جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کر گزرنے سے عاصی اور وہ عاقل و بالغ مرد ہوگا نہ کہ بچہ یا دیوانہ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے پابند نہیں۔ عورت اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اسی صورت میں جب کہ وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقع دے جو زنا سے بچنے کا مخاطب ہو اور کر گزرنے سے گنہگار۔ چونکہ صورت مذکورہ میں عورت نے جس لڑکے کو زنا کا موقع دیا وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۱:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

ولا حد بزنا بالمستاجر له

یعنی جس عورت کو زنا کاری کے لیے اجرت دی ہو اور اس سے زنا کرے تو اس پر حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۱)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔

درمختار میں اسی عبارت کے آگے لکھا ہے

والحق وجوب الحد

حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔

افسوس کہ معترض کو حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر ۴۲:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

وکذا لو قال اشتریتها

یعنی ایک آزاد عورت سے زنا کیا پھر کہہ دیا کہ میں نے تو اسے خریدا ہے تو اس پر بھی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۲)

جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر ملک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ امر مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اشتبه علیه الامر بظنه الحل

اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔

یہ شبۂ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۴۳:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۳ میں ہے:

ولو غصبها ثم زنا بها

یعنی اگر کسی لونڈی کو غصب کر لیا پھر اس سے زنا کاری کی پھر قیمت کا ضامن ہو گیا تو اس پر بھی زنا کی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۴)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہو گیا تو لونڈی اس کی ملک ہو گئی۔ اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہو جانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہو جاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہو گئی۔

من ادعی خلاف ذالك فعلیه البیان.

اعتراض نمبر ۴۴:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۳ میں ہے

ولا یحد

یعنی خلیفہ مسلمان آزاد بادشاہ پر بھی زنا کاری وغیرہ کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ مثلاً شراب پیے، تہمت لگائے، چوری کرے، زنا کاری کرے کسی چیز پر حد نہ لگے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۳۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حدود حقوق اللہ سے ہیں ان کا اجرا و اقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔ جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنی ذات پر اقامت حدود نہیں کرسکتا۔ اس پر حد نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۵:

درمختار مطبوعہ دارلکتب مصر جلد چہارم میں ہے

لا ربو بین سید و عبدہ

یعنی غلام اور آقا کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۳۶)

جواب:

میں کہتا ہوں مطلقاً نہیں بلکہ درمختار میں تصریح ہے کہ غلام مدیون مستغرق نہ ہو معترض نے اس قید کو اڑا دیا۔ غلام جب مدیون نہ ہو تو خود غلام اور جو کچھ غلام کی ملک میں ہے وہ آقا کی ملک ہے اس لیے یہاں سود متحقق ہی نہیں ہوتا جہاں بیع متحقق نہیں وہاں ربا کہاں اگر معترض کے پاس اس کے برخلاف کوئی دلیل ہے تو پیش کرے۔

اعتراض نمبر ۴۶:

درمختار مصری جلد چہارم ص ۲۰۹ میں ہے

لا بین حربی و مسلم

یعنی حربی کافر سے مسلمان سود لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۷)

جواب:

میں کہتا ہوں حضرت عباس ؓ مکہ معظمہ میں فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر کافروں سے سود کا معاملہ کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے عرفہ کے دن حجۃ الوداع میں فرمایا:

''پہلا سود جو کہ میں موقوف کر رہا ہوں، عباس کا سود ہے۔ (اخرجہ المسلم)

علامہ ترکمانی جوہر النقی جلد ۲ ص ۲۰۳ میں فرماتے ہیں کہ ربا حرام ہو چکا تھا اور عباس مکہ میں فتح مکہ تک ربا کا معاملہ کیا کرتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا عباس کے ربا کو موقوف کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان اور مشرک میں دار الحرب میں ربا جائز ہے۔ ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی ؒ بھی جائز کہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جاہلیت کا ربا موقوف ہے اس امر پر دلیل ہے کہ اس وقت تک ربا قائم تھا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو کر جاہلیت جاتی رہی، عباس کا ربا موقوف کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ اس وقت بھی وہ جائز تھا کیوں کہ موقوف وہی ہوتا ہے جو قائم ہو فقیہ ابو الولید فرماتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح ہے کیوں کہ مشرکین و مسلمین میں دار الحرب میں ربا حلال نہ ہوتا تو عباس کا ربا اسی وقت سے موقوف ہو جاتا۔ جس وقت وہ مسلمان ہوئے تھے اور اسلام کے بعد جو کچھ لیا ہوتا، واپس کیا جاتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم

''اگر تم توبہ کرو تو اصل مال تمہارے لیے حلال ہے۔''

حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے عباس ؓ کا ربا موقوف کیا تو اسلام لانے کے بعد جو کچھ وہ لے چکے تھے۔ اگر ناجائز ہوتا تو واپس کرایا جاتا۔ چوں کہ ایسا نہیں ہوا اس لیے معلوم ہوا کہ دار الحرب میں ربا مسلمان اور حربیوں میں متحقق نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا ربابين اهل الحرب واظنه قال اهل الاسلام.

(نقلهٔ الزيلعي عن البيهقي)

مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے۔

یہ حدیث گوضعیف ہے لیکن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی موید ہوسکتی ہے۔

اعتراض نمبر ۴۷:

درمختار مصری مطبوعہ دارالکتب جلد چہارم ص ۲۰۹ میں ہے

لان ماله ثمه مباح

یعنی حربی کافروں کے مال دارالحرب میں مباح ہیں۔ (خواہ شراب بیچ کر لے، خواہ جوئے بازی یا چوری سے لے ہر طرح جائز ہے) یہاں تک کہ دارالحرب میں جو مسلمان ہو اس سے بھی سود لے سکتا ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۰)

جواب:

میں کہتا ہوں چوری کی اجازت درمختار میں نہیں۔ درمختار میں تصریح ہے:

يحل برضاه مطلقا بلا عذر

حربی کی رضامندی سے جو مال لے حلال ہے۔ مگر غدر نہ ہو۔ اب سنیے! صدیق حسن بھوپالوی روضہ الندیہ ص ۱۴۰ میں لکھتا ہے:

ثم نقول اموال اهل الحرب على اصل الاباحة يجوز لكل احد اخذ ما شاء منها كيف شاء قبل التامين بهم

اہل حرب کے اموال مباح ہیں ان کو امان دینے سے پہلے ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اموال سے جو چاہے جس طرح چاہے لے لے۔

اسی طرح عرف الجادی میں ہے یہ مسئلہ تو معترض کے گھر کا ہی نکل آیا۔ ہاں اگر معترض کے نزدیک اہل حرب کا مال اباحت اصلیہ میں نہیں تو اس کی دلیل بیان کرے۔

اور جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہ آئے اس کا مال بھی معصوم نہیں۔ من ادعى خلاف ذالك فعليه البيان

اعتراض نمبر ۴۸:

درمختار مطبوعہ دارالکتب مصر جلد پنجم ص ۳۸ میں ہے

ولو اخذ بلا شرط يباح

یعنی گناہ کے کاموں پر (مثلاً گانے بجانے نوحہ کرنے اور کھیل تماشوں وغیرہ پر) بغیر شرط کے اجرت اور بدلہ لینا مباح ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۳)

جواب:

میں کہتا ہوں اس لیے مباح ہے کہ بلا شرط لینے سے اجارہ متحقق نہیں ہوتا تو وہ اجرت نہ ہوئی جو شخص مطلقاً منع کرتا ہے شرط سے ہو یا بلا شرط وہ دلیل بیان کرے۔

اعتراض نمبر ۴۹:

درمختار مصری جلد پنجم ص ۲۴۷ میں ہے

وعن الامام انما يحرم اذا مس الجلد

یعنی ریشم اگر جسم سے لگتا ہو تو پہننا حرام ہے اور اگر کسی کپڑے کے اوپر کپڑا امرد پہنے تو حرام نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۵)

جواب:

میں کہتا ہوں معترض کو یہ عبارت کیوں نظر نہ آئی جو درمختار میں ہے:

يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح

صحیح مذہب میں ریشم کا (مرد کے لیے) پہننا حرام ہے خواہ کپڑے پر ہی کیوں نہ ہو۔

دیکھیے صاحب! درمختار میں تو کپڑے کے اوپر بھی ریشم پہننا حرام لکھا ہے پھر ایک غیر صحیح روایت لکھ کر اعتراض کرنا متعصب معترض کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت کے متعلق فرماتے ہیں:

انه مخالف لما في المتون الموضوعة لنقل المذهب فلا يجوز العمل والفتوى به.

یہ روایت متون معتبرہ کے خلاف ہے جو کہ (امام اعظم کے) مذہب کی نقل کے لیے

وضع کیے گئے ہیں تو اس پر عمل اور فتویٰ جائز نہیں۔

معترض جانتا ہوگا کہ محدثین جو احادیث نقل کرتے ہیں ان میں ضعیف بھی ہوتی ہیں، ایک محدث حدیث نقل کرتا ہے دوسرا ضعیف قرار دیتا ہے جس طرح وہاں احادیث ضعیفہ محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں ہوتیں اسی طرح فقہ کی وہ روایت جس کو فقہاء نے ضعیف یا متروک العمل قرار دیا ہو۔ حضرات فقہاء کے ہاں قابلِ حجت نہیں ہوتی۔

اعتراض نمبر ۵۰:

درمختار مصری مطبوع دار الکتب جلد پنجم ص ۳۳۰ میں ہے

والخنزير ليس بجنس العين عند ابى حنيفة

یعنی سور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نجس العین نہیں یعنی سور ناپاک نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۱۴۶)

جواب:

میں کہتا ہوں **بئسما يامركم به ايمانكم ان كنتم مومنين**

درمختار میں تو صاف تصریح ہے۔

لا بخنزير لنجاسة عينه

خنزیر کے ساتھ شکار جائز نہیں اس لیے کہ وہ نجس عین ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

وعليه ولا يجوز بالكلب على القول بنجاسة عينه الا ان يقال ان النص رد فيه وبه يندفع قول القهستانى ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير ليس بنجس العين عند ابى حنيفة على ما فى التجديد وغيره انتهى

اس بنا پر کہ نجس العین کے ساتھ شکار جائز نہیں تو کتے کے ساتھ بھی شکار جائز نہیں ہونا چاہیے کہ اس کو بعض نجس عین کہتے ہیں ہاں یہ کہا جائے گا کہ کتے کے بارے میں نص وارد ہو چکی ہے اس لیے اس کے ساتھ شکار جائز ہوگا گو نجس عین ہو۔ لیکن خنزیر کے ساتھ نص وارد نہیں اس لیے اس کے نجس عین ہونے کے سبب اس کے ساتھ شکار جائز نہیں۔ اس سے قہستانی کی بات رد ہو گئی کہ کتا بعض کے نزدیک نجس عین ہے اور امام صاحب کے نزدیک

خنزیر نجس عین نہیں۔

دیکھیے صاحب! درمختار تو قہستانی کے قول کو رد کر کے سور کو نجس عین قرار دیتا ہے۔ بحر الرائق، عالمگیری، طحطاوی اور دیگر کتب فقہ حنفیہ میں بھی سور کو نجس عین لکھا ہے علامہ شامی بھی یہی لکھتے ہیں لیکن معترض ان سب سے آنکھیں بند کر کے درمختار کی طرف اس مسئلہ کی نسبت کر کے اعتراض کر رہا ہے۔ جب کہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ درمختار نے بھی سور کو نجس عین ہی لکھا ہے۔

معترض اس بات پر کمر بستہ ہے کہ احناف کو بدنام کیا جائے خواہ جھوٹ بول کر اور خواہ عبارات میں قطع و برید کر کے جب ان کے علماء کا یہ حال ہے تو جہلاء کا عالم کیا ہوگا؟

مولانا محمد اشرف سلیم غیر مقلد کی کتاب

احادیث نبویہ ﷺ اور فقہ حنفیہ پر ایک نظر

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر سید عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/سی کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر 0333-8182910

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

ہمارے ایک دوست نے مولانا محمد اشرف صاحب غیر مقلد کی کتاب احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ لا کر دی اور اس کا جواب لکھنے کا حکم کیا، احقر نے جب کتاب کو پڑھا تو بہت حیرانگی ہوئی کہ ایک مسئلہ بھی مصنف نے اپنی تحقیق سے نہیں لکھا سب کچھ سرقہ کیا ہوا ہے اور تمام مسائل جن پر اعتراضات کیے گئے ہیں وہ سو سال پرانے ہیں جن کے جوابات علماءِ اہل سنت بار بار دے چکے ہیں۔

مصنف نے اکثر مواد ظفر المبین اور حقیقۃ الفقہ سے لیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے جوابات اُسی دور میں لکھے جا چکے تھے۔ ظفر المبین کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئی تھیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱......فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، تالیف مولانا منصور علی خان ؒ مراد آبادی شاگرد مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ۔

یہ کتاب میر محمد کتب خانہ کراچی سے شائع ہو چکی ہے اور عام مل جاتی ہے۔

۲......نصر المقلدین، حافظ احمد علی بٹالوی ؒ

۳......نصرۃ المجتهدین، مولانا وکیل احمد سکندر پوری ؒ

یہ کتاب پیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ پاکستان سے ۱۱۸ سال بعد طبع ہوئی ہے۔

اسی طرح حقیقت الفقہ کے جواب میں بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً

۱......نصیحۃ الثقہ فی جواب حقیقت الفقہ تالیف مولانا محمد عالم آسی امرتسری۔ یہ کتاب ابھی تک ہمیں نہیں ملی۔

۲......رد حقیقت الفقہ، تالیف مفتی مہدی حسن ؒ، یہ حقیقت الفقہ کا مکمل جواب ہے۔ یہ کتاب بھی ابھی تک نہیں ملی۔

۳......اقامۃ البرھان، تالیف مفتی مہدی حسن ؒ

۴......تحقیق المتین، تالیف مفتی مہدی حسن ؒ

ان دونوں رسالوں میں حقیقت الفقہ کے بعض مسائل کا جواب ہے اور مطبوعہ ہیں۔

۵......حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ مرتب سید مشتاق علی)

۶......حقیقت الفقہ کا ایک مکمل و مدلل جواب تین جلدوں میں نصرۃ الفقہ بجواب حقیقت الفقہ کے نام سے حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی ؒ نے بھی اپنے شاگردوں سے لکھوایا ہے مگر تا حال شائع نہیں ہوا۔ دعا فرمائیں اور احقر کے ساتھ تعاون بھی فرمائیں تا کہ یہ عظیم اور ضخیم کتاب بھی شائع ہو جائے۔

قارئین کرام تفصیل کے لیے تو اصل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ ہم تو یہاں پر صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ساری کتاب چوری کر کے بنائی گئی ہے۔

یہ کتاب ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے ص ۹ سے ۶۳ تک ۸۴ مسائل وہ نقل کیے ہیں جو مصنف کے نزدیک حدیث کے خلاف ہیں پھر ص ۶۵ سے ۸۹ تک وہ مسائل ذکر کیے ہیں جو مصنف کے نزدیک شرمناک اور مردود ہیں۔ ہم ترتیب وار ان کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

پہلے فقہ اور حدیث کے تضاد والے مسائل ایک نظر میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

حنفی مذہب میں بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:

حنفی مذہب اور چوپایوں کا جوٹھا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۳۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:

حنفی مذہب اور ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۴:

حنفی مذہب میں دوہری اذان بھی ناجائز ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵:

حنفی مذہب میں اکہری اقامت ناجائز ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶:

حنفی مذہب اور احادیث اربعہ کی مخالفت۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۷:

حنفی مذہب اور تکبیر تحریمہ میں تبدیلی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸:

حنفی مذہب میں دونوں ہاتھوں کی جگہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹:

حنفی مذہب اور نابالغ لڑکے کی امامت۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۵۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰:

فرض پڑھنے والا متنفل کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۵۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۱:

حنفی مذہب اور نماز میں تین قدم (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۵۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲:

حنفی مذہب اور خلاف حدیث (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۵۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۳:

حنفی مذہب اور غلام کی امامت۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴:

حنفی مذہب اور نماز وتر (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵:

حنفی مذہب اور بلا وضو خطبہ جمعہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶:

حنفی مذہب سبحان اللہ یا اللہ اکبر کی جگہ کافی ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷:

جمعہ کے دن تحیہ مسجد پڑھنا جائز نہیں۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۸:

حنفی مذہب اور نماز عیدین میں چھ تکبریں (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹:

حنفی مذہب اور کفن میں کرتہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰:

حنفی مذہب اور نماز فجر روشن کر کے پڑھنا (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۶۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱:

امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۸۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲:

حنفی زکوٰۃ کا گورکھ دھندا (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۸۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳:

غلاموں کا صدقہ فطرانہ ضروری نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۸۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴:

حنفی مذہب میں صدقہ فطرانہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۸۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵:

عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۸۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶:

حنفی مذہب میں نفلی روزہ کی قضا واجب ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷:

عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۸:

کافر ذمی کا مسجد حرام میں داخلہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۹:

تیرہویں تاریخ زوال سے پہلے کنکریاں مارنا (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۰:

حنفی مسلمان کا کافر ذمیہ کے ساتھ حنفی نکاح۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۳۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱:

حنفی مذہب میں عمرہ کی ادائیگی۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۳۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲:

حج کے روزوں میں قرآن کی مخالفت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۳:

صاحب استطاعت نابینے پر بھی حج فرض نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴:

حنفی مذہب میں حنفی نکاح (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۲۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵:

حدود حرم کے اندر اجرائے حد کی معافی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۱۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۶:

حنفی مذہب اور طلاق مکرہ کا جواز۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷:

مطلقہ عورت کو گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۴۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸:

حنفی مذہب اور زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۴۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹:

مسلمان کافر ذمی کے بدلہ میں قتل ہوگا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۴۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۰:

گوہ کا کھانا مکروہ اور حرام ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۵۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱:

حنفی مذہب اور قتل میں قصاص کی معافی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۵۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۲:

حنفی مذہب اور ریشم کا استعمال (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳:

گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴:

مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵:

مقتول کے ولی کو دیت کا اختیار نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶:

استنجا کے لیے کوئی عدد مسنون نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۷:

ہڈی گوبر کے ساتھ استنجا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۸:

حنفی مذہب میں کوئی خاص سورت مقرر کرنا مکروہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹:

حنفی مذہب میں سجدہ شکر مکروہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰:

فقہ حنفیہ اور ظہر کا آخری وقت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۶ سے لیا ہے۔

نوٹ: یہ پچاس مسئلے اشرف سلیم صاحب نے صرف ایک کتاب ہی سے لیے ہیں آگے ۳۴ مسئلوں میں سے ۲۳ مسئلے مقلدین ائمہ کی عدالت میں سے لیے ہیں باقی ۱۱ دیگر

کتب سے لیے ہیں۔ ایک بھی مسئلہ ایسا نہیں جو انہوں نے خود تحقیق کر کے لکھا ہو صرف اپنے اکابر کی تقلید کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۱:

فقہ حنفی اور آٹھ قرآنی آیات کی مخالفت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۰)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۰ اور ظفر المبین ج ۲ ص ۵۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۲:

فقہ مذہب میں چوری کی حد معاف ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۹ اور شمع محمدی ص ۱۳۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۳:

حنفی مذہب اور محرمات ابدیہ سے نکاح۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۴:

فقہ حنفیہ اور قرآن کی بغاوت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۲)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۱۸۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۵:

حنفی مذہب اور پیشاب سے فاتحہ۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۲)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۱ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۲۴۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۶:

حنفی مذہب میں حدِ زنا معاف ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۳)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۷:

حنفی مذہب جھوٹ اور فراڈ کا پلندہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۲۰۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۸:

حنفی مذہب اور شراب کا سرکہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۶۶ اور شمع محمدی ص ۶۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۹:

حنفی مذہب میں شرابیوں پر کوئی حد نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۵)

یہ مسئلہ اختلاف امت کا المیہ حصہ اول ص ۶۶، سیف محمدی ص ۶۹، حقیقت الفقہ ص ۲۰۲، ۲۲۹، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۸، ۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۰:

حنفی مذہب کا حنفی روزہ۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۶)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۶ اور سیف محمدی ص ۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۱:

حنفی مذہب کا حنفی حج (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۶)

یہ مسئلہ جوناگڑھی سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۲:

حنفی مذہب میں مشت زنی کرنا واجب ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۷)

یہ مسئلہ حقیقت الفقہ ص ۲۱۶، ۲۱۷ اور سیف محمدی ص ۸۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۳:

حنفی مذہب اور کتوں کی خرید و فروخت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۸)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۸ سے لیا ہے۔ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۱۶۵، ۲۴۳، حقیقت الفقہ ص ۲۲۵، ۲۰۳، شمع محمدی ص ۶۹، اختلاف امت کا المیہ حصہ اول ص ۶۵ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۴:

حنفی مذہب میں حلالہ اور بے غیرتی کی انتہا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۸)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ اور شمع محمدی ص ۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵:

حنفی مذہب میں گوز سلام کے برابر ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۹)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۳ اور شمع محمدی ص ۱۴۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۶:

حنفی مذہب میں قے کر کے چاٹنا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۱ ص ۲۰۷، سبیل الرسل ص ۲۷۸، شمع محمدی مسئلہ نمبر ۸، اختلاف امت کا المیہ ج ۱ ص ۵۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۷:

حنفی مذہب اور امامت کی شرائط عجیبہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۴، اختلاف امت کا المیہ ج ۱ ص ۶۰، شمع محمدی ص ۱۱۰، سبیل الرسل ص ۲۸۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۸:

حنفی مذہب کا بے مثال پکا وضو۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۹:

حنفی مذہب اور قصاص میں تبدیلی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۱ ص ۲۰۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۰:

حنفی مذہب اور بدمعاشوں کو چکلہ چلانے کی چھٹی۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۰، ۲۱۴، ۲۴۳، اختلاف امت کا المیہ ص ۶۵، حقیقت الفقہ حصہ اول ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۱:

حنفی مذہب میں خرید وفروخت کا چکر۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۱۷۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۲:

حنفی مذہب اور مسجد میں نماز جنازہ کا انکار۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۴۸، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۴، شمع محمدی مسئلہ نمبر ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۳:

حنفی مذہب اور دیہاتوں میں جمعہ کا انکار۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۶)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۴:

حنفی مذہب حنفی نکاح اور حنفی حق مہر۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۷)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۵:

حنفی مذہب میں نکاح بٹہ حلال ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۷)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۶:

حنفی مذہب میں اغلام بازی اور بہیمہ بازی جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۸)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰ اور سیف محمدی ص ۱۲۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۷:

جتنے جانور حرام ہیں وہ ذبح کرنے سے حلال ہوجاتے ہیں۔

(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۹)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص...... اور حقیقت الفقہ حصہ اول ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸:

حنفی مذہب میں مدینہ شریف حرم نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۱۶۰، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹:

فقہ حنفیہ اور صدقہ فطرانہ میں نقب زنی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۰)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۰:

حنفیہ اور صلوٰۃ استسقاء کا صریحاً انکار۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۵، شمع محمدی مسئلہ نمبر ۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱:

حنفی مذہب اور فارسی انگریزی میں نماز پڑھنا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۲ اور شمع محمدی ص...... مسئلہ نمبر ۱۲۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۲:

فقہ حنفیہ اور لونڈے بازی کا جواز۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۲)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰، سیف محمدی ص ۱۲۰، حقیقت الفقہ ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳:

فقہ حنفیہ اور متعہ حلال (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۳)

یہ مسئلہ حقیقت الفقہ ص ۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۴:

فقہ حنفیہ اور مسنون عقیقہ کا انکار۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص...... سے لیا ہے۔

نوٹ: ص ۹ تا ص ۶۴ تک ۸۴ مسئلے وہ بیان کیے ہیں جو بقول ان کے حدیث کے خلاف (یعنی جن میں فقہ کا اور حدیث کا تضاد ہے) ہیں۔ آگے ص ۶۵ سے ص ۸۹ تک سو مسئلے بغیر تضاد کے بیان کیے ہیں۔ اس میں سے اکثر حقیقت الفقہ حصہ اول سے اور کچھ دوسری کتب سے لیے ہیں۔ ان سو میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو خود تحقیق کر کے لکھا ہو اور وہ

اعتراض پہلے کسی غیر مقلد نے نہ کیا ہو۔ (حنفیہ کی طرف سے ان مسائل کے دلائل کے لیے دیکھئے احادیثِ مصطفیٰ ﷺ اور مسلکِ احناف)

صفحہ ۶۵ پر ایک سرخی قائم ہے فقہ حنفی کے یک صد (۱۰۰) شرمناک اور مردود مسائل

اس سرخی کے تحت ایک صد مسائل ذکر کیے ہیں ہم یہاں پر ترتیب سے ان مسائل کو ذکر کر کے ثابت کریں گے کہ یہ تمام مسائل کسی سے لے کر جمع کیے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

فقہ حنفی اور سور کی کھال

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:

فقہ حنفی اور کتے کی کھال۔

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:

فقہ حنفی اور کتے کے چمڑے کا ڈول

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴:

فقہ حنفی اور کتے کے بالوں کا ازار بند۔

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵:

فقہ حنفی اور کتے کی ہڈیاں اور بال پٹھے پاک

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶:

فقہ حنفی اور سور نجس نہیں

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷:

فقہ حنفی اور سور نمک ساز میں

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸:

حنفی مذہب اور سور کا کاروبار

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹:

حنفی مذہب اور کتے کا حکم

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰:

حنفی مذہب میں بھیگے کتے اور کاٹنے کا حکم

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱:

حنفی مذہب اور کتے کا کاروبار

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲:

فقہ حنفی اور بے مثال حنفی تیمم

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳:

کتے کا منہ باہر اور جسم پانی میں (۶۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴:

فقہ حنفی اور سور کے تھوڑے بال (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵:

کتا پانی میں اور وضو جائز (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶:

حوض میں کتا اور حنفی وضو کا جواز (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷:

حنفی مذہب بغل میں کتا اور نماز جائز۔ (۷۰)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸:

فقہ حنفی اور سور کے موزے (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۲۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹:

ساڑے تین ماشے منی اور حنفی فقاہت (۷۱)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰:

حنفی مذہب اور بچھونے پر خشک منی (۷۱)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱:

حنفی روزہ حنفی حلق اور فقہی ثواب (۲۱۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲:

مشت زنی کرنے پر وبال ختم (ص۷۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۳:

فقہ حنفی اور اپنے ہاتھ سے منی خارج کرنا۔ (ص۷۲)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۴:

حنفی مذہب میں بیوی کی سپر ڈیوٹی (ص۷۲)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۲۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۵:

حنفی مذہب اور مجرب نسخہ (ص۷۲)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۶:

حنفی متعہ اور اس کے جواز کا فقہی طریقہ (ص۷۲)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۷:

جھوٹے گواہ، جھوٹا مقدمہ، جھوٹا نکاح اور حرام صحبت (ص۷۳)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۸:

جھوٹا دعویٰ، جھوٹی ڈگری اور حرام وطی (ص۷۳)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۹:

حنفی مذہب میں فقہ حنفی کی عجیب کرامت (ص۷۳)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۲۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۰:

فقہ حنفی کا اشرار اور مدینہ کی حرمت کا انکار (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۱۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۱:

شراب کو حلال بنانے کا حنفی فارمولا (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۲:

فقہ حنفی میں حنفی آدمی کے لیے پیاس کا علاج (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۳:

فقہ حنفی اور شراب میں گوشت (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

نمبر۳۴:

فقہ حنفی اور شراب کا پیالہ ہانڈی میں (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۵:

حنفی مذہب میں جو اور سیب کی شراب (ص۷۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۶:

فقہ حنفی اور منقہ کی شراب (ص۷۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷:

لہو ولعب کے بغیر شراب حلال (ص ۷۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸:

شراب کے نو (۹) پیالے حلال اور دسواں حرام (ص ۷۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹:

حنفی مذہب اور مردار کا چمڑہ (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۰:

فقہ حنفی اور مردار کے پٹھے (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱:

فقہ حنفی اور مردہ جانور کا دودھ (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۲:

فقہ حنفی کا کمال حرام جانور صرف ذبح کرنے سے حلال (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳:

حرام جانوروں کے کل اجزاء پاک ہیں۔ (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴:

فقہ حنفی میں کتے اور ہاتھی کی کھال (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵:

آدمی کی کھال بھی پاک (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶:

فقہ حنفی اور بھیڑیے کی کھال (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۷:

حنفی مذہب میں سور کا چمڑہ بھی پاک (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۸:

فقہ حنفیہ اور ساڑھے تین ماشہ پیشاب اور پاخانہ (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۱۹۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹:

فقہ حنفی میں پیشاب اور خون پلانا جائز (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۱۹۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰:

جانوروں کے پیشاب میں چوتھائی کپڑا (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۱۹۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۱:

فقہ حنفی اور چمگاڈر کا پیشاب (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۱۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۲:

فقہ حنفی اور چوہے کا پیشاب (ص۷۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۳:

فقہ حنفی اور جلا ہوا پاخانہ (ص۷۹)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۷۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۴:

حنفی مذہب اور خشک پاخانہ (ص۷۹)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۵:

فقہ حنفی اور پاخانہ سے بھرا ہوا موزہ (ص۷۹)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۶:

حرام جانوروں کی بیٹ پاک (ص۷۹)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۷:

حنفی مذہب اور چوتھائی حصہ پاک (ص۷۹)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۸:

فقہ حنفی اور چمگادڑ کا پاخانہ (ص۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵۹:

فقہ حنفی اور چوہے کی مینگنی پاک (ص۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۰:

فقہ حنفیہ اور نجاست کی صفائی (ص۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۱:

فقہ حنفی اور جنبی کا قرآن لکھنا (ص۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۲:

حنفی مذہب اور سورہ فاتحہ خون سے لکھنا (ص۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۳:

حنفی مذہب میں نکسیر کا علاج (ص۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۴:

فقہ حنفی اور بیت الخلا میں قرآن پڑھنا (ص۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۵:

فقہ حنفیہ قرآن پاک سے افضل (ص۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶۶:

حنفی مذہب اور قرآنی آیت بسم اللہ کا انکار (ص۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص۲۰۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷٦:

فقہ حنفی اور مردار کی کھال پر قرآن لکھنا (ص ۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ٦۸:

حنفی مذہب اور خنزیر کا جوٹھا (ص ۸۲)

یہ مسئلہ .... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ٦۹:

فقہ حنفی اور اور ولد الزنا کی امامت (ص ۸۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۰:

فقہ حنفیہ اور شرمگاہ کی رطوبت (ص ۸۲)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۱:

منی کا خروج بھی اور غسل کا سقوط بھی (ص ۸۲)

یہ مسئلہ حقیقت الفقہ ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۲:

فقہ حنفی اور صحبت کا طریقہ (ص ۸۲)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۳:

فقہ حنفی اور دبر پر نجاست (ص ۸۳)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۴:

فقہ حنفی اور نماز میں آلہ تناسل کو پکڑنا (ص ۸۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۲۳۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۵:

حنفی نماز بغل میں کتا اور نماز پھر مکمل (ص ۸۳)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ...... سے لیا ہے اور پہلے اسی کتاب کے ص ۷۰ پر بھی گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷٦:

گریبان کے اندر سے شرمگاہ کو دیکھنا (ص ۸۳)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۷:

نماز کی حالت میں دو صف تجاوز کرنا (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸:

نماز میں کتے اور گدھے کو بلانا (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹:

نماز میں قبلہ سے انکار (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۰:

نماز میں عورت کا بوسہ (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱:

نماز میں اپنی عورت کی شرمگاہ دیکھنا (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۲:

فقہ حنفی اور نماز میں ستر عورت دیکھنا (ص ۸۵)

یہ مسئلہ درایت محمدی ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۳:

حنفی مذہب اور نماز میں جوئیں مارنا (ص ۸۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۴:

حنفی مذہب اور احتلام (ص ۸۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۱۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۵:

فقہ حنفی اور لونڈے بازی کا جواز (ص ۸۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۶:

فقہ حنفی اور صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینا کفر نہیں

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۱۸۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۷:

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر کافر نہیں (ص ۸۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۸:

فقہ حنفی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے۔ (ص ۸۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸۹:

فقہ حنفی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بے سمجھ ہیں۔ (ص ۸۶)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۰:

فقہ حنفی میں فاسق، فاجر اور پیغمبروں کا ایمان برابر ہے۔ (ص ۸۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ص ۵۶، ص ۴۰، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۱:

حنفی فقہ میں شرط ہے کہ حنفی دبر میں لکڑی کا ایک سرا باہر ضرور رہے (ص ۸۷)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۶، ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۲:

حنفی دبر، حنفی انگلی اور پھر روزہ فاسد نہیں (ص ۸۷)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۳:

شوہر کا انزال اور حنفی روزہ کا کمال (ص ۸۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۴:

فقہ حنفی میں کنجری بازی پر کوئی حد نہیں۔ (ص ۸۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۵:

حنفی مذہب میں حرام عورتوں سے نکاح اور اولاد (ص ۸۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۱۹۹، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰، حقیقت الفقہ ص ...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۶:

حنفی مذہب میں حنفی تقویٰ کی آخری چھلانگ (ص ۸۸)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۱۸ سے چوری کیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹۷:

فقہ حنفی اور عورت کی شرمگاہ کو چومنا

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ۹۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۸:

اپنی ہی دبر میں اپنا ہی آلہ تناسل اور فقہ کا تماشہ (ص ۸۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۹:

حنفی مذہب، حنفی فقہ، حنفی روزہ اور حنفی حج (ص ۸۹)

یہ مسئلہ درایت محمدی ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۰:

چوپائے کے ساتھ بدفعلی، نہ وضو نہ غسل ہر طرف اللہ بیلی (ص ۸۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲ سے لیا ہے۔

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ جو بات ہم نے شروع میں ذکر کی تھی وہ ہم نے الحمد للہ ثابت بھی کر دی ہے۔ ہم غیر مقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں اور تعصب کو ختم کریں۔ ہم اہل سنت و جماعت تو قرآن اور سنت کے خلاف کسی کی بات بھی نہیں مانتے، ویسے ہم پر کوئی اتہامات لگائے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ان شاء اللہ قیامت کے دن فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔ تمت بالخیر

درایت محمدی پر ایک نظر

یہ رسالہ ۱۶/۲۳×۳۶ سائز کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے وہ شبان اہل حدیث گھر جاکھ روڈ گوجرانوالہ کا مطبوعہ ہے۔ اس کے مصنف محمد بن ابراہیم میمن جونا گڑھی غیر مقلد ہیں یہ رسالہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کے خلاف لکھا گیا ہے جیسا کہ رسالے کے صفحہ اول پر یہ عبارت درج ہے۔ ہدایہ جو فقہ حنفی کی سب سے پرانی کتاب ہے پر ایک نظر (احقر نے ہدایہ کے دفاع میں اس سے پہلے دو کتابیں شائع کی ہیں ''آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی'' ۲ جلد اور ''ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' تفصیل وہاں پر دیکھیں) یہ رسالہ اصل میں بنیادی طور پر مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزماں کی کتابوں سے تیار کیا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) تنقید الہدایہ (۲) اصلاح الہدایہ وغیرہ یہ کتابیں عربی میں تھیں۔ جونا گڑھی نے ان میں سے انتخاب کر کے وہ باتیں اردو میں شائع کر دیں پھر بعد میں غیر مقلدین نے جونا گڑھی کی تقلید شروع کر دی۔ مثلاً

(۱) حکیم محمد اشرف سندھو نے نتائج التقلید ص ۳۷ پر کتاب کا باب اول قائم کیا ہے جو کہ درایت محمدی سے لیا ہے۔ باب اول میں پانچ فصلیں قائم کی ہیں۔ پہلی فصل موضوع اور جھوٹی حدیثوں کا نمونہ ص ۴۷ پھر اسی فصل میں ص ۵۷ پر افتراء و بہتان نمبر ا کے تحت جو حوالہ نقل کیا ہے وہ بھی درایت محمدی ص ۳۰ سے لیا۔

ہم نے یہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے ویسے یہ سارا باب ہی درایت محمدی سے لیا گیا ہے۔

(۲) خواجہ محمد قاسم نے بھی درایت محمدی سے ایک رسالہ تیار کیا ہے۔ جس کا نام ہے ہدایہ عوام کی عدالت میں اس کا جواب مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ علماء کی عدالت میں کے نام سے دیا تھا۔ جس کا جواب خواجہ صاحب آج تک نہ دے سکے۔ درایت محمدی کا ایک جواب ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات کے نام سے بھی شائع ہوا ہے۔

درایتِ محمدی میں جومسائل ذکر کیے ہیں جونا گڑھی نے وہ ہی مسائل اپنی دیگر کتابوں میں بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً شمع محمدی، سیف محمدی، طریق محمدی وغیرہ۔ ص ۹ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ہدایہ کا مرتبہ حنفیوں کے نزدیک ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها في الشرع من كتب کا ذکر کیا ہے۔

اس کا مفصل جواب ہدایہ علماء کی عدالت میں آ چکا ہے۔

(۱)......ص ۱۰ پر ایک عنوان قائم کیا ہے: ''مصنف ہدایہ کی حدیثوں میں زیادتی''

(۲)......پھر ص ۱۹ پر ایک عنوان قائم کیا ہے:

''مصنف ہدایہ کی احادیث میں کمی بلکہ بے خبری اور انکار''

(۳)......پھر ص ۲۴ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔

''مصنف ہدایہ کی حدیث کی کتابوں سے بے خبری''

(۴)......پھر ص ۲۵ پر عنوان قائم کیا ہے

''مصنف ہدایہ کا مقتدر علماء اور معزز صحابہ پر شرمناک بہتان''

(۵)......پھر ص ۳۰ پر عنوان قائم کیا ہے

''مصنف ہدایہ کا موقوف روایتوں کو مرفوع حدیثیں کہنا''

(۶)......پھر ص ۳۵ پر لکھتا ہے

''مصنف ہدایہ کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان میں گستاخی''

(۷)......پھر ص ۳۵ پر عنوان قائم کیا ہے: ''مصنف ہدایہ کا لا پتہ حدیثوں کا وارد کرنا''

جواب:

ان ساتوں عنوانوں میں ایک ہی بات ہے مگر اسے تول دیا گیا ہے۔ اس قسم کے اعتراض منکرین حدیث، چکڑالوی، پرویزی کتبِ احادیث پر بھی کرتے ہیں۔

خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ ہدایہ میں موضوع احادیث ہیں اس لیے ہدایہ نا قابل اعتبار ہے اگر بالفرض اس میں بعض احادیث ایسی ہوں بھی تو اس سے اس کے فقہی مسائل کا غلط ہونا کیسے لازم آیا۔ کیونکہ صاحبِ ہدایہ نے از خود مسائل کا استنباط نہیں فرمایا بلکہ مسائل مستنبط

کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہ مسائل صاحب ہدایہ سے پہلے بھی امت میں معمول بہا تھے۔

(۳) جونا گڑھی نے ص ۴۷ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ''ہدایہ کے ایک سو مسائل''

پھر ص ۵۲ سے لے کر ص ۶۴ تک سو مسئلے بیان کیے ہیں۔ اسی زمانہ میں اہل سنت کی طرف سے ان کے جوابات اخبار العدل اور الفقیہ میں شائع ہوئے تھے۔ پھر الفقیہ کے مختلف شماروں سے جمع کر کے ایک کتابی شکل میں بھی شائع کیے گئے تھے۔ مگر اس مجموعہ میں صرف پہلے ۴۶ چھیالیس اعتراضوں کا ترتیب وار جواب ہے۔ بقایا ۵۴ چون اعتراضوں کا جواب اس میں نہیں آ سکا مگر ماننے والے کے لیے ایک بات بھی کافی ہوتی ہے۔ جب حنفی علماء ان چھیالیس کا جواب دے سکتے ہیں تو بقایا کا بھی دے سکتے ہیں۔

(۴) پھر ص ۶۶ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ''مذہبی دنگل''

ہدایہ میں امام صاحب اور ان کے شاگردوں کا جو اختلاف ہے وہ نقل کیا ہے اور پورے ایک سو اختلافی مسائل ذکر کیے ہیں پھر ص ۶۷ پر ایک نقشہ اس طرح بنایا ہے۔

امام صاحب	امام محمد	امام ابو یوسف	امام زفر
(۱) وضو میں کہنیوں کا دھونا فرض ہے			فرض نہیں ہے

اس طرح ص ۷۵ تک پورے سو مسائل ذکر کیے ہیں۔ اس اعتراض کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر ۱:

یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضوں کی طرح ہے۔ اور منکرین حدیث اسی طرح کے اعتراض حدیث کی کتابوں پر کرتے ہیں۔

منکرینِ حدیث کی صرف ایک کتاب ہی دیکھیے۔ دو اسلام اس میں یہ تمام باتیں موجود ہیں جو جونا گڑھی نے ہدایہ کے بارے میں نقل کی ہیں۔ احادیث کی کتب میں بہت ساری احادیث ایسی ہیں اگر جمع کریں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے جن میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے خلاف روایت بیان کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث۔ ملے گی۔ احادیث سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں۔

جواب نمبر۲:

غیر مقلدین پہلے اپنے گھر کی خبر لیں اور اپنے علماء کی آپس کی لڑائی ختم کریں وہاں بھی مسئلہ ایک ہی ہے مگر غیر مقلدین علماء مختلف ہیں ثبوت کے لیے دیکھئے

(۱) خیر البراہین تالیف مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (یہ رسالہ اب آثارِ خیر میں موجود ہے)

(۲) غیر مقلدین کی خانہ جنگی، مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ مجموعہ رسائل

مرتب: پیر جی سید مشتاق علی، جلد سوم

(۳) غیر مقلدین کے متضاد فتوے، مولانا عبدالقدوس خان قارن

جواب نمبر۳:

امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر یہ سب حضرات خود مجتہد فی المذہب ہیں اور مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید واجب نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید کرے تو جائز ہے۔ (مجموعہ رسائل مولانا امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ مرتب پیر جی سید مشتاق علی، جلد اول ص ۱۳، ۱۴)

ص ۷۶ پر عنوان قائم کیا ہے۔ ہدایہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں اختلاف ہے۔ پھر ص ۷۹ تک چند مسائل ذکر کیے ہیں۔

جواب:

(۱)...... جس طرح احادیث ناسخ منسوخ ہوتی ہیں اس طرح فقہ کے مسائل میں بھی ہوتا ہے۔ بعض مسائل سے مجتہد رجوع کر لیتا ہے مگر ذکر دونوں قول کیے جاتے ہیں۔ احادیث کی کتب میں بہت سی احادیث مل جائیں گی کہ کسی حدیث میں ایک کام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کو کہا ہوگا اور کسی میں منع کیا ہوگا۔ ایسی احادیث کے مستقل مجموعے علماء نے لکھے ہیں۔ مثلاً امام طحاوی کی کتاب مشکل الآثار دیکھیں۔

(۲)...... اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات بھی ایسی ہیں کہ ان سے ایک ہی مسئلے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ کیا پھر احادیث بھی کالعدم ہو جائیں گی۔

اس لیے ہم غیر مقلد بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آپ کی ایسی ہی باتوں سے منکرینِ حدیث پیدا ہوتے ہیں۔ فنِ حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات اس بات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کی صحیح طریقہ سے پیروی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!!

پیر جی سید عبدالمتین محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸
مکان نمبر ۳۶/سی، کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان،
فون نمبر: 0333-8182910